495

# ایجنڈا

# برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

## منعقدہ،17۔جون2006

تلاوت قرآن پاک وترجمہ

سرکاری کارروائی

عام بحث

سالانہ میزانیہ بابت سال 07-2006 پر بحث

497

# صوبائی اسمبلی پنجاب

## چودھویں اسمبلی کا پچیسواں اجلاس

### ہفتہ، 17-جون 2006

### (یوم السبت، 20-جمادی الاول 1427ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں سہ پہر 3 بج کر 21 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

---

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ
اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾
وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ
فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾
وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ
عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾

**سُوْرَةُ حٰمٓ السجدة آیات 33 تا 35**

اور اس شخص سے بات کا اچھا کون ہو سکتا ہے جو خدا کی طرف بلائے اور عمل نیک کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں o اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی تو (سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے تم دیکھو گے) کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی وہ تمہارا گرم جوش دوست ہے o اور یہ بات ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں۔ اور ان ہی کو نصیب ہوئی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں o

وما علینا الا البلاغo

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

## پوائنٹ آف آرڈر

## صحافیوں پر ہونے والے تشدد کے حوالے سے رپورٹ اور اس پر حکومتی کارروائی کی تفصیل سے ایوان کو آگاہ کرنے کا مطالبہ

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! آج چونکہ بجٹ سیشن کی بحث کا آغاز اپوزیشن کی طرف سے ہونا ہے۔ ہم نے یہ فارمولا طے کیا ہے کہ آج بحث کا آغاز قائد حزب اختلاف قاسم ضیاء صاحب کریں گے، پرسوں مسلم لیگ (ن) کے پارلیمانی لیڈر کریں گے اور ترسوں ایم ایم اے کے جو بھی نمائندے ہوں گے وہ کر لیں گے۔

جناب سپیکر! دوسرے نمبر پر میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ لاء منسٹر صاحب نے اس سے پہلے والے اجلاس میں صحافیوں پر جو تشدد ہوا تھا اس کے حوالے سے یہ کہا تھا کہ میں رپورٹ بھی بتاؤں گا اور یہ بھی بتاؤں گا کہ ان کے خلاف کیا کارروائی ہوئی ہے؟

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب نے انکوائری کے آرڈر کر دیئے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب! یہ ذرا floor of the House پر بتا دیں۔

جناب سپیکر: میں کہہ رہا ہوں۔ میرے پاس آرڈر پہنچ گئے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔ اس انکوائری میں انہوں نے کسی کو suspend بھی کیا ہے یا صرف انکوائری کی حد تک ہی ہے؟

جناب سپیکر: وہ تو انکوائری رپورٹ آنے پر ہی پتا چلے گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! وہ آفیسر suspend بھی ہو چکا ہے اور جوڈیشل انکوائری کے آرڈر بھی ہو چکے ہیں جو میں نے کاپی دی ہے۔

## تعزیت

## قتل ہونے والے صحافی عصمت اللہ کے لئے فاتحہ خوانی

حاجی محمد اعجاز: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! میں آپ کی اور اس معزز ایوان کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ کل صحافی عصمت اللہ کو قتل کر دیا گیا ہے جنہیں چھ ماہ پہلے اغواء کیا گیا تھا۔ ان کے لئے فاتحہ خوانی کر لی جائے۔

جناب سپیکر: وہ فوت کب ہوئے ہیں؟

حاجی محمد اعجاز: وہ پرسوں فوت ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: ان کے لئے فاتحہ خوانی کی جائے۔

(اس مرحلہ پر عصمت اللہ صحافی کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی)

## سرکاری کارروائی

## سالانہ میزانیہ بابت سال 07-2006 پر بحث

جناب سپیکر: اب ہم سالانہ بجٹ بابت سال 07-2006 پر بحث شروع کرتے ہیں۔ بحث کا آغاز قائد حزب اختلاف قاسم ضیاء صاحب کی تقریر سے ہوگا اس سے پہلے کہ میں ان کو تقریر کی دعوت دوں، جملہ اراکین اسمبلی سے میری گزارش ہے کہ جو معزز اراکین اسمبلی بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنے نام کی چٹیں مجھے بھجوا دیں۔ جی، قاسم ضیاء صاحب!

قائد حزب اختلاف: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے آج مجھے اس پُرفریب اور نقاب پوش بجٹ کو بے نقاب کرنے کے لئے موقع دیا ہے۔[********]

ڈاکٹر سامیہ امجد: پوائنٹ آف آرڈر۔ یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جائیں۔

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے؟

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! جو بجٹ پیش کیا گیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ کافی ڈھکا چھپا اور عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے ہے۔ شاید اسی لئے مشتاق احمد یوسفی صاحب جو ہمارے ایک مشہور طنز نگار ہیں انہوں نے کہا تھا کہ جھوٹ تین قسم کا ہوتا ہے، ایک سفید جھوٹ، دوسرا کالا جھوٹ اور تیسرا سرکاری اعداد و شمار۔ میں سمجھتا تھا کہ یہ طنز و مزاح ہے لیکن جب ان کا بجٹ دیکھا، ابھی میں اس کی طرف آؤں گا اور مکمل explain کروں گا، اس میں پتا لگا کہ ان کی یہ بات کچھ حقیقت کے قریب بھی ہے۔ میں شروع کرنا چاہوں گا کہ بجٹ میں پنجاب حکومت کو دو طرح کے فنڈز مہیا ہو رہے ہیں، پہلے وہ جو فیڈرل گورنمنٹ سے ان کو مل رہے ہیں اور دوسرے وہ جو ان کے اپنے ٹیکس اور نان ٹیکس ریونیوز ہیں۔ یہ بات دیکھنے کی ہے کہ 73 فیصد ان کے بجٹ کا حصہ فیڈرل گرانٹس پر dependent ہے اور اس میں اگر CBR کسی طرح کوتاہی کرے اور کل کو ان کو وہ فنڈز نہ مل سکیں تو جو اس میں کمی بیشی آئے گی وہ ساری اس پنجاب میں affect کرے گی۔ بہر حال اگر ہم مان بھی لیں کہ وہ اپنا کام پورا کریں گے تو وہ ایک 73 فیصد ان کے بجٹ کا حصہ ہے جو ان کو فیڈرل گورنمنٹ سے ملنا ہے۔ اس کے بعد جو ٹیکس tax resource revenue ہے اس میں، میں کہوں گا کہ انہوں نے پچھلے سال 25.7 بلین روپے کی بات کی تھی جو کہ خوشی کی بات ہے کہ انہوں نے 26 بلین روپے collect کئے۔ میں صرف مخالفت برائے مخالفت نہیں کرنا چاہتا لیکن چونکہ انہوں نے 26 بلین روپے collect کئے جو کہ ایک اچھی بات ہے لیکن یہاں اس سال کے لئے، آئندہ آنے والے سال کے لئے 30 بلین روپے سے اوپر رقم اس head میں رکھی ہے تو میں پوچھنا چاہوں گا کہ ایک طرف تو آپ کہتے ہیں کہ یہ ٹیکس فری بجٹ ہے، ہم نے کوئی ٹیکس نہیں لگایا تو پھر یہ ٹیکس کس مد میں کیسے بڑھے گا اور دوسری بات یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اگر انہیں پتا ہے کہ یہ ٹیکس بڑھ سکتا ہے تو پھر یہ ان کی bad governance ہے جو اس سال اکٹھا نہیں کیا جا سکا۔ پھر ان کو پہلے ہی 30 بلین روپے کے قریب اکٹھا کرنا چاہئے تھا بہر حال آئندہ مالی سال میں آگے چل کر پتا چلے گا کہ یہ ان کی کوتاہی تھی کیونکہ کوئی ٹیکس تو نیا نہیں لگا اور اگر یہ اس کو increase کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ان کی governance میں کوتاہی ہے۔

جناب سپیکر! دوسری طرف ان کے non tax revenue کی طرف آپ کی توجہ دلانی چاہوں گا کیونکہ پچھلے سال جب بجٹ پیش ہوا تھا تو اس میں بھی ان کی non tax revenue

16،collection بلین روپے کے قریب تھی اور انہوں نے کہا تھا کہ ہم 31 بلین روپے recover کریں گے لیکن اس سال تو یہ 17 بلین روپے recover کر سکے اور اب ٹارگٹ 42 بلین روپے کا fix کر دیا ہے۔اس حکومت کی good governance کہوں، governance کہوں یا bad governance کہوں کہ 31 کی جگہ 17 بلین روپے collect کرتے ہیں اور پھر ایسا ٹارگٹ قوم کے سامنے رکھتے ہیں کیونکہ اسی ٹارگٹ کا جو difference ہوگا جو رقم ان کو حاصل ہوگی، اس میں پھر یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنا ڈویلپمنٹ بجٹ بڑھائیں گے اور ہمارا surplus budget ہوگا جبکہ یہاں پر 25 بلین روپے کی شارٹ فال مجھے نظر آ رہی ہے اور جب میں آخر میں wind up کرنے لگوں گا تو اس وقت reflect کروں گا کہ اس کا کیا اثر پڑے گا؟

جناب سپیکر! آپ کو یاد ہوگا کہ پچھلے سال بھی میں نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ پنجاب گورنمنٹ اپنے بجٹ میں non tax revenue میں claim کرتی ہے کہ پچھلے سال 3.5۔ارب روپے تھا اور اس دفعہ 7.5۔ارب روپے ہو گیا ہے کہ انہیں غازی بروتھا کی رائلٹی ملے گی۔ میں نے پچھلے سال بھی کہا تھا کہ یہ نہیں ملے گی اور اس سال بھی نہیں ملی اور یہ آئندہ بھی claim کر رہے ہیں لیکن میں اس ایوان میں حکومت سے پوچھنا چاہوں گا کہ اب تو مرکز میں بھی آپ کی حکومت ہے اور صوبہ میں بھی ہے تو یہ رقم حاصل کرنے کے لئے کتنی میٹنگز کی گئی ہیں، صوبہ اور مرکز میں کتنی کمیٹیاں بنائی گئی ہیں، کتنی دفعہ طے کیا گیا ہے کہ ہمارے پنجاب کا حصہ ہمیں دیں۔ میں سمجھتا ہوں بات یہ ہے کہ صرف لفاظی کرنے سے یا figures دکھا دینے سے ہمارا بجٹ مکمل نہیں ہوتا۔ میں چاہوں گا کہ وزیر خزانہ یا چیف منسٹر صاحب اپنی بات کریں تو ہمیں بتائیں کہ غازی بروتھا کی royalty جو پچھلے سال 3.5۔ارب روپے تھی اور اگلے مالی سال میں 7.5۔ارب روپے جا پہنچی ہے اس کے لئے پنجاب حکومت کی طرف سے کیا عملی اقدامات کئے گئے ہیں کہ ہمارا یہ پیسا ہمیں کب ملے گا؟

جناب سپیکر! یہ تو ٹیکس اور نان ٹیکس ریونیو کے حوالے سے بات کی گئی ہے اور اب میں ان کے کرنٹ بجٹ کی طرف آتا ہوں اور پہلے میں کرنٹ ریونیو بجٹ کی طرف آؤں گا۔ کتنی خوشی کی بات ہے کہ پہلے انہوں نے 157 بلین روپے رکھا اور 160 بلین روپے خرچ کیا اور اب اس کو بڑھا کر 191 بلین روپے پر لے آئے ہیں۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال آپ کے سامنے ہے۔ اس میں 20 بلین روپے پولیس کے لئے اس سال رکھنا، میں

سمجھتا ہوں کہ یہ پولیس کے نام پر اس صوبے میں ڈاکوؤں کی پرورش کی جا رہی ہے۔ جس صوبے میں لاء اینڈ آرڈر کی یہ حالت ہو کہ لاہور جیسا شہر چھوٹی ڈکیتی اور چوری میں نمبر ون پر آ جائے کہ جس میں کم از کم 300 موبائل روزانہ پنجاب ہی نہیں صرف لاہور سے چھینے جا رہے ہیں اور مجھے تو یوں لگتا ہے کہ جیسے حکومت پنجاب پولیس کی آڑ میں ان موبائل کمپنیوں کی sale promotion کر رہی ہے کہ جن کے موبائل چھینے جائیں اور لوگ نئے خریدیں۔ علاوہ ازیں لاوارث عوام کے لئے، پولیس کے اقدامات کے لئے، مزید 20 بلین روپے دے دینا جبکہ لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال ہر روز خراب ہو رہی ہے۔ اگر آپ ان کے اپنے اعداد و شمار اٹھالیں اور کرائم کنٹرول چارٹ اپنے سامنے رکھ لیں تو آپ کو پتا چلے گا کہ اس میں کس حد تک اضافہ ہوا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ اس پیسے میں سے جو پڑھے لکھے ہمارے نوجوان جو اپنی ڈگریوں کو آگ لگا کر نظریہ ضرورت کے تحت ڈاکے مار رہے ہیں ان کے لئے کچھ رقم مختص کر دی جاتی تو شاید اس سے کچھ بہتری آ سکتی ہے میں اسی کے ساتھ link کرتے ہوئے Judiciary کی طرف آؤں گا کہ جس نے آپ کے اس ملک میں توازن قائم کرنا ہے۔ ایک غریب آدمی کو ریلیف دینا ہے، Lower Courts سے لے کر ہائی کورٹ تک کے لئے تو صرف 2 بلین روپے رکھتے ہیں۔ ججز کم ہیں، لوگوں کو انصاف نہیں ملتا ہے لیکن ان کی تو یہ خواہش ہے کہ یہ ملک پولیس سٹیٹ بنے، لوگ پولیس کو پیسے دیں اور لوگوں کو انصاف ملے نہ ملے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر پولیس کے پیسے میں سے Judiciary کو زیادہ دے دیں تو ہمارے صوبے پر احسان ہوگا۔

جناب سپیکر! آج کے اخبارات میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے حافظ آباد میں کل اپنی تقریر میں کہا ہے کہ ہم environment بڑا improve کریں گے۔ اس حوالے سے ہم درخت لگائیں گے، ہم لوگوں کو آلودگی سے پاک کریں گے لیکن میں کہنا چاہوں گا کہ جو حکومت سیاسی آلودگی کو پروان چڑھاتی ہو وہ ماحولیاتی آلودگی کا کیا ذمہ اٹھائے گی۔ ان کے figures منہ بولتا ثبوت ہیں کہ پچھلے بجٹ میں 822 ملین روپے ماحولیات کے لئے رکھے تھے لیکن صرف 2 کروڑ روپے خرچ کر سکے۔ یہ ان کی حالت ہے اور ان کی seriousness ہے کہ ماحولیات کو بہتر کرنے کے لئے ان کی ترجیحات کیا ہیں۔ ان کی ترجیحات تو ہیں کہ پارکس اور گراؤنڈز کو پلازوں میں تبدیل کریں۔ ڈونگی گراؤنڈ گلبرگ آپ کے سامنے ہے اور یہاں پر میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ ہماری Judiciary کو بھی شاید بڑے عرصے کے بعد اب خیال آیا ہے اور وہ بھی شاید اس حکومت کی

کارکردگی سے تنگ آچکی ہے کہ جو اونے پونے پارک اور پلاٹ جہاں پڑا ہے یہ اس کو پلازوں میں تبدیل کر رہے ہیں۔یہاں درخت کاٹے جاتے ہیں اور عوام کو آکسیجن سے بھی محروم کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہاں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ ایک طرف تو یہ پالیسی بناتے ہیں کہ پرائیویٹ ہاؤسنگ سکیمیں بنیں گی تو اس میں جو پلاٹ پارکس کے لئے یا پبلک سروسز کے لئے استعمال ہوں گے ان کو تو آپ convert نہیں کر سکتے لیکن دوسری طرف حکومت پنجاب اپنی جگہوں اور عوام کی جگہوں کو اس طرح بلڈنگ اور پلازوں میں تبدیل کر کے ماحول کو آلودہ کر رہی ہے۔

جناب سپیکر! آپ کے سامنے ہے کہ جہاں بھی پارکس ہیں اور ابھی میں نے گلبرگ کی مثال آپ کے سامنے دی ہے اور ماڈل ٹاؤن کے پارک کو دیکھ لیں۔ماڈل ٹاؤن کی پڑی ہوئی زمین کے ساتھ کیا حشر ہونے والا ہے لیکن شکر ہے کہ Judiciary نے شاید stay دیا ہے اور اللہ کرے ہماری Judiciary آزاد ہو اور ایسے فیصلے کرے کہ جن سے عوام کا تحفظ ہو سکے۔اسی طرح حکومت کی طرف سے شروع کئے گئے سٹیل ملز کے کھیلے سے متعلق Judiciary میں آج کل کیس چل رہا ہے۔

جناب سپیکر! ہاؤسنگ کی طرف جاؤں تو allocation ،128 ملین روپے کی تھی جو پچھلے سال 136 ملین روپے انہوں نے خرچ کی۔اچھی بات ہے کہ ہاؤسنگ کو اور پیسا دینا چاہئے لیکن 136 ملین روپے خرچ کرنے کے بعد کیا وجہ ہے کہ اگلے سال پھر انہوں نے کم کر کے 131 ملین روپے کر دیا ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ وہ خرچے ہیں جن کی طرف ہمارے وزیر خزانہ غور کریں اور اس بجٹ کو پاس ہونے سے پہلے اس میں ترامیم کریں۔

جناب سپیکر! ستم ظریفی دیکھئے کہ وزیر اعلیٰ کو 50 سال بعد یاد آیا کہ پانی کے ناقص پائپوں کی وجہ سے عوام مر رہی ہے۔مجھے لگتا ہے کہ اس حکومت کو مسائل کی طرف توجہ دلوانے کے لئے مرنا ضروری ہے۔ان کے اپنے figures یہ کہہ رہے ہیں کہ پچھلے سال انہوں نے واٹر سپلائی کی مد میں دو بلین روپے رکھے تھے لیکن شرم کی بات ہے کہ صرف 800 ملین روپے اس میں سے خرچ کر سکے۔۔۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجنیئرنگ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، کیانی صاحب!

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب نے 4.5۔ارب روپے واٹر سپلائی سکیم کے لئے دیا تھا جس میں سے 814 واٹر سپلائی سکیموں پر 80 فیصد کام مکمل ہو چکا ہے اور on record I want to tell you (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! چار سالہ پراجیکٹ پنجاب کمیونٹی واٹر سپلائی اینڈ سینی ٹیشن پروگرام کی ساڑھے سات سو واٹر سپلائی سکیموں پر کام ہو چکا ہے بلکہ پیسے ہم نے وقت سے پہلے خرچ کر دیئے ہیں۔

This is the project which has been appreciated even by the Asian Development Bank. So in three years we have provided 1600 Water Supply Schemes

پچھلے 55 سال میں 5 ہزار واٹر سپلائی سکیمیں لگیں جس میں سے majority of them بند پڑی ہوئی ہیں۔

Sir, this is just to correct that we are leading in the right direction. First person who created task force to do the pipe line's survey was telecasted on TV. We are alive to the problems so please appreciate what we do.

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ بجٹ تقریر ہے جب بجٹ تقریر ہو رہی تھی تو کسی نے interrupt نہیں کیا اگر کیانی صاحب نے کوئی facts & figures اکٹھے کئے ہوئے ہیں تو اپوزیشن لیڈر کی تقریر ہونے دیں جب ان کو موقع ملے گا تو پھر یہ بتائیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ قاسم ضیاء صاحب!

قائد حزب اختلاف: یہ ان کی اپنی بجٹ statement کے figures ہیں میں نے ان سے یہ نہیں کہا کہ انہوں نے سولہ سو سکیمیں نہیں کی ہوں گی میں نے تو یہ کہا کہ ٹوٹل پیسا پچھلے سال 2 بلین روپے رکھا گیا تھا جس میں سے یہ صرف آٹھ سو ملین روپے خرچ کر سکے ہیں۔ اگر 200 بلین روپے رکھا گیا تھا اور 1600 سکیموں پر ایک سال میں صرف 800 ملین روپے خرچ کر سکے ہیں جبکہ ٹاسک فورس بھی بنی ہے، کیانی صاحب نے بھی دن رات محنت کی ہے تو پھر جب ایک سال میں 800

ملین روپے خرچ کر سکے ہیں تو پھر اگلے سال میں کس طرح 550 بلین روپے خرچ کریں گے؟ میرا ان سے صرف یہ سوال ہے میں ان سے debate نہیں کرتا کہ انہوں نے کوئی کام نہیں کیا ہو گا لیکن انہوں نے دن رات کی محنت کے بعد بڑی مشکل سے 800 ملین روپے کو touch کیا ہے تو یہ مجھے بتائیں کہ ان کے پاس کون سی جادو کی چھڑی ہے کہ جس کے ساتھ یہ اب 550 بلین روپے خرچ کر لیں گے۔ میں ان کے کام کرنے پر اعتراض نہیں کرتا لیکن ان کی good governance کی تعریف کرنا چاہتا ہوں کہ ان کو 200 کروڑ روپیہ ملا تھا اور یہ صرف 8 کروڑ روپیہ خرچ کر سکے ہیں یہ good governance ہے ٹاسک فورس اور ان کے محکمے کی۔

جناب سپیکر! اگر میں ہیلتھ کی بات کروں تو پچھلے سال 5.97 بلین روپے allocate ہوا تھا اور انہوں نے اس پر 6.1 بلین روپے خرچ کیا اور اب اس کو گھٹا کر 5.8 بلین روپے کر دیا ہے۔ آپ خود دیکھئے کہ ایک طرف تین فیصد آبادی ہر سال بڑھ رہی ہے اور inflation دس فیصد بڑھ رہی ہے اگر میں صرف 13 فیصد ہی لگا دوں تو کیا آئندہ ہیلتھ میں ہمیں مزید ڈاکٹروں کی ضرورت نہیں ہے؟ آبادی زیادہ ہو گی تو کیا ڈاکٹروں کی ضرورت نہ ہو گی؟ مجھے پتا ہے کہ ان کی تنخواہوں، بلڈنگ اور سہولیات کے لئے پیسا رکھا گیا ہے تو جو اس سال 6.1 بلین روپے خرچ ہوا ہے کیا اگلے سال 5.8 بلین روپے میں وہ پورا ہو جائے گا؟ یہ وہ figures ہیں جو عوام کو کہا جاتا ہے کہ ہم آپ کی بنیادی سہولتیں بڑھانے کے لئے کام کر رہے ہیں۔ میں انہی کے figures انہی کے بجٹ statement سے quote کر رہا ہوں اور میں آخر میں بتاؤں گا کہ ultimately ان کے پاس ڈویلپمنٹ کرنے کے لئے بچے گا کیا؟

جناب سپیکر! میں ایجوکیشن کی مد میں رکھے گئے اضافی پیسا کی تعریف کرنا چاہتا ہوں کہ اچھی بات ہے کہ ایجوکیشن میں پیسا بڑھایا ہے لیکن ساتھ ساتھ دیکھنے کی بات یہ بھی ہے کہ ایک طرف تو مفت تعلیم کا نعرہ لگاتے ہیں لیکن دوسری طرف ہر بچے سے سات روپے کے حوالے سے ماہانہ فروغ تعلیم کے نام پر ٹیکس لیا جاتا ہے۔ یہ انہوں نے compulsory tax لگایا ہوا ہے جو ہر بچے سے یہ وصول کرتے ہیں تو کہاں گیا مفت تعلیم کا نعرہ؟ میں دوسری بات یہ کہنا چاہوں گا کہ اس پنجاب میں پہلے ہی لوگ ڈگریاں لے کر گھوم رہے ہیں ان کو نوکریاں نہیں ملتیں۔ اب bulk allocation دے کر یا سکول کی upgradation کر کے، بلڈنگیں بہتر کر کے اور بچوں کو سہولتیں دینا اچھی بات ہے لیکن مجھے بتائیے کہ کہاں انہوں نے ٹیچرز کی فلاح کے لئے جنہوں نے

ان بچوں کو تیار کرنا ہے اور آنے والی نسل کو تیار کرنا ہے۔ ان کے لئے کیا فلاح ہے؟ ان کی تو حالت یہ ہے کہ پچھلے تین سال میں جو پچاس ہزار کنٹریکٹ پر انہوں نے ٹیچرز بھرتی کئے ہوئے ہیں شرم سے کہنا پڑتا ہے کہ ہر سال فیڈرل گورنمنٹ بھی اور پنجاب گورنمنٹ بھی یہ کہتی ہے کہ ہم تنخواہوں میں اضافہ کر رہے ہیں لیکن وہ جو پچاس ہزار ٹیچرز بی اے، بی ایڈ اور ایم اے، ایم ایس سی پچھلے چار سال سے کنٹریکٹ پر بھرتی کئے گئے ہیں ان کی تنخواہ آج بھی -/4200 روپے ہے جو کہ آج کے peon سے بھی کم ہے ان کو کوئی مراعات نہیں دی جاتیں۔ جناب! آپ کی نظر سے وہ اخبار گزرا ہو گا کہ عید کے موقع پر ایک ٹیچر نے جب peon کو 100 روپے عیدی دی تو اس نے یہ کہہ کر واپس کر دی کہ جناب! آپ کی تنخواہ تو مجھ سے بھی کم ہے میں یہ پیسے آپ سے نہیں لیتا۔ آپ expect کریں کہ جب چار ہزار روپے ایک ٹیچر کو دیں گے اور ان کو regularize بھی نہیں کرتے آپ نے regularization کی پالیسی ڈاکٹروں پر تو لاگو کی ہے اور میں اس پر بھی بات کرنا چاہوں گا لیکن ٹیچرز کے حوالے سے کوئی مراعات نہیں دی گئیں۔

دوسری بات میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ہم نے ہنر مند نوجوان پیدا کرنے کے لئے کوئی ایسی سکیمیں نہیں رکھیں میں سمجھتا ہوں کہ اس حکومت کی پالیسی ہونی چاہئے اس میں جو پیسا دیا گیا ہے ان کو چاہئے کہ جو ہمارے allocated areas ہیں اور غریب areas ہیں جیسے کہ کینوں growing areas ہیں انہیں چاہئے کہ وہاں پر انسٹیٹیوٹ بنائیں جو کینوں کی growing میں ہنر مند لوگوں کو ٹریننگ دیں، وہاں پر ٹریننگ انسٹیٹیوٹ بنائیں ان کو چاہئے کہ ملتان کی طرف mango growing انسٹیٹیوٹ بنائیں اور mango سے جو related انڈسٹری ہے اس کو promote کریں اور میں انڈسٹری کے حوالے سے بعد میں بات کروں گا۔ مریدکے کی طرف ایریا ہے جہاں ہم باسمتی چاول پیدا کرتے ہیں وہاں پر انسٹیٹیوٹ بنائیں۔ ہمیں اب کلرکوں کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہمیں اب ہنر مندوں کی ضرورت ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ second world war جاپان کے بادشاہ نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ My dear countrymen! Throw the arms and pick up the tools لیکن کل ہی چیف منسٹر صاحب نے اعلان کر دیا ہے ان کو تو وردی اور arms کی ضرورت ہے ان کو تو tool کی ضرورت نہیں ہے ان کو تو ہنر مندوں کی ضرورت نہیں ہے۔ میں چاہوں گا کہ جو ایجوکیشن کا بجٹ ہے اس میں پہلے ٹیچرز اور پھر ایسے institutions قائم کئے جائیں کہ جن سے ہمارے ہنر مند نوجوان آگے آ کر قوم اور ملک کی

خدمت کر سکیں۔

جناب سپیکر! اب میں یہاں پر بات کرتا ہوں ایگریکلچر، فوڈ، لائیو سٹاک، کوآپریٹو، ٹورازم ڈیپارٹمنٹ، فارسٹری، فشریز کی توان سب کے لئے انہوں نے صرف 3.3 بلین روپے رکھا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ نہایت کم ہے۔ میں یہاں پر خاص طور پر ایگریکلچر کی بات کرنا چاہوں گا کہ 274-ارب روپے کے بجٹ میں ایگریکلچر کو صرف دو بلین روپے دیا گیا ہے جو کہ ایک فیصد سے بھی کم بنتا ہے۔ اگر آپ مطالعہ کریں تو یہاں پر 26 فیصد جی ڈی پی کا ایگریکلچر سے آتا ہے اور 40 percent employment ایگریکلچر سے آتی ہے اس لئے میں پوچھنا چاہوں گا کہ انہوں نے جو اتنے کم پیسے رکھے ہیں اس سے ہم یہ ساری چیزیں کیسے promote کر سکیں گے۔ ایگریکلچر میں آج تک مجھے حکومت بتا دے کہ پچھلے پندرہ سال میں کوئی ایسا بیج یا ایسی crop جس کی enhancement ہو سکے اس میں انہوں نے کہیں فائدہ کیا ہے اور انہوں نے ایگریکلچر کو کون سی ایسی مراعات دی ہیں کہ جس سے ایگریکلچر ہمارے ملک میں value added addition ہو سکے اگر Mango کا ایریا ہے اور وہاں پر Mango چٹنی کے لئے استعمال ہو سکے تو انہوں نے وہاں پر کیا مراعات دی ہیں، انہوں نے کون سا incentive اور کون سا package دیا ہے؟ جو package فیڈرل گورنمنٹ نے دیا ہے انہوں نے وہی من وعن تسلیم کر لیا ہے لیکن مجھے بتائیے کہ اگر میں investor ہوں تو میں کیوں پنجاب میں invest کروں کیونکہ بلوچستان، سندھ اور فرنٹیر سب کے لئے فیڈرل گورنمنٹ نے ایک جیسا package دے دیا ہے۔ پنجاب حکومت نے کون سا ایسا کام کیا ہے کہ ایک investor پنجاب میں آکر invest کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مد میں ان کو سوچنا چاہئے اور کام کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر! اب میں آپ کی توجہ ڈویلپمنٹ بجٹ کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ ان کے بقول یہ 100 بلین روپے کا تاریخی بجٹ ہے لیکن آپ دیکھیں ستم ظریفی کہ کہنے کو ہم devolution of power کر رہے ہیں، کہنے کو ہم نے لوکل گورنمنٹ بنائی ہے لیکن اس لوکل گورنمنٹ کو سو میں سے صرف 12 بلین روپے دے رہے ہیں جس میں سے 35 ڈسٹرکٹ اور 144 ٹی ایم اے ہیں۔ عام عوام کی حالت کو سدھارنا لوکل گورنمنٹ کا کام ہے ان کی وہاں پر ڈویلپمنٹ کرنا لوکل گورنمنٹ کا کام ہے لیکن میں سمجھ سکتا ہوں کہ 12 بلین روپے صرف اس لئے دیا گیا ہے تاکہ باقی رقم چیف منسٹر ظل سبحانی بن کر خود کہیں کہ پنجاب یہ کر رہا ہے، پنجاب وہ کر رہا

ہے۔ میں انہیں کہنا چاہتا ہوں کہ جناب! جب پنجاب میں ڈویلپمنٹ ہو گی تو نام آپ کا ہی ہو گا لیکن اس کو through proper channel کیجئے۔ جب لوکل باڈیز بنائی ہیں اور جنرل پرویز مشرف نے لوکل باڈی میں devolution کے نام پر کوئی اختیارات نیچے ٹرانسفر کر ہی دیئے ہیں تو آپ کیوں اس کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ چیف منسٹر صاحب کی اور پنجاب گورنمنٹ کی غلط پالیسی ہے کہ 100-ارب روپے میں سے صرف 12-ارب روپے ٹی ایم ایز کو ٹرانسفر کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! اس کے بعد روڈز کی مد میں، میں بعد میں آتا ہوں مجھے حکومت کی misplace priorities نظر آتی ہیں وہ یہ ہے کہ 37 بلین روپیہ جو روڈز کے لئے رکھا ہے اس میں سے 23 بلین روپے صرف دو پراجیکٹ کے لئے ہے ایک رنگ روڈ اور ایک سیالکوٹ لاہور موٹروے۔ ہمیں تو یہ کہا گیا تھا کہ موٹروے میں بھی سیالکوٹ کے لوگ اپنا حصہ ڈالیں گے تاکہ ان کے مال کو لاہور لا کر ائیر لفٹ کیا جا سکے لیکن اب چونکہ سیالکوٹ کا ائیر پورٹ تقریباً پورا ہونے کو ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ موٹروے دو سال انتظار کر سکتی ہے لیکن کیوں انتظار کریں جب بڑا پراجیکٹ ہو گا اور بڑی کمیشن ہو گی اس لئے سب سے زیادہ پیسا انہوں نے سڑکوں کی مد میں رکھا ہے جس میں کمیشن زیادہ ملتی ہے۔

جناب سپیکر! میں پروڈکشن سیکٹر کی بات کروں تو انہوں نے 3.9 بلین روپیہ ایگریکلچر کو دیا ہے۔ انہوں نے پچھلے سال ریسرچ میں 432 ملین روپیہ رکھا تھا اور خرچ کر سکے ہیں صرف 186 ملین روپے۔ 432 ملین روپے میں سے صرف 186 ملین روپے ان سے ایگریکلچر کے ریسرچ پر خرچ ہو سکا ہے اور اب ہمیں یہ خوش فہمی میں مبتلا کر رہے ہیں کہ ہم 831 ملین روپے خرچ کر لیں گے۔ یہ وہی بات ہے کیانی صاحب والی کہ پیسے زیادہ تھے خرچ کر نہیں سکے۔ صرف یہ تھا کہ سکیمیں زیادہ کر رہے ہیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں تو پوچھنا چاہوں گا کہ جو حکومت اپنی bad governance کی وجہ سے ایک سال میں 432 ملین روپے خرچ نہیں کر سکتی وہ 831 ملین روپے کیسے خرچ کرے گی؟

جناب سپیکر! میں نے آپ سے انڈسٹری کی بات کی تو انڈسٹری کے لئے 984 ملین روپے آئندہ مالی سال کے لئے رکھے گئے ہیں جس میں ڈویلپمنٹ صرف 403 ملین روپے کی ہے اور گورنمنٹ بلڈنگز بنانے کے لئے انھوں 581 ملین روپے رکھ دیئے ہیں۔ یہ کیسی

industrialization ہے کہ جس میں گورنمنٹ بلڈنگز کے لئے ان کو 581 ملین روپے چاہیئں؟ بجائے اس کے کہ لوگوں کو کوئی industrial land مہیا کرتے یا انڈسٹری کے لئے جیسے میں نے پہلے کہا کہ core areas میں incentives دیتے جہاں mango growing ہے یا کینوں growing ہے جہاں ہماری زراعت کی پیداوار میں اضافہ ہو سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انڈسٹری کو بھی انھوں نے سوائے بلڈنگز بنانے کے اور کوئی پیسا اس میں مختص نہیں کیا۔

جناب سپیکر! میں infrastructure میں عرض کر چکا ہوں کہ 37 میں سے 23 تو grow products کو دے دیا جس کی آج تک alignment ہی کا نہیں پتا، ابھی تک نہیں پتا، جہاں جہاں زمین ملے گی وہاں وہاں alignment ہو جائے گی۔ ابھی تک alignment ہی عوام کے سامنے نہیں آئی کہ اس موٹروے کی alignment کیا ہے؟ اس کے لئے پیسے تو رکھ دیئے گئے ہیں۔ دوسری طرف پورے پنجاب کے لئے جو سڑکیں بنانا چاہتے ہیں اس میں صرف 14 بلین روپے خرچ کرنا چاہتے ہیں میں یہ بھی گوش گزار کرنا چاہتا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر misplace priorities کو ٹھیک کر لیں اور موٹروے کو فی الحال ترک کر کے عوام کی زندگی کی ضروریات پر توجہ دیں تو وہ اس سے زیادہ بہتر ہوگا۔

جناب سپیکر! اب ایک بہت بڑا قوم کے ساتھ مذاق ہے جو اس حکومت نے کیا ہے۔ کہنے کو rural and urban development کے نام پر انھوں نے واٹر سپلائی کے لئے لوکل گورنمنٹ کو پچھلے سال 4.4 بلین روپے دیئے تھے اس میں سے بھی پورا spend کیا۔ اگلے سال یہ 5.19 بلین روپے دینا چاہتے ہیں لیکن دیکھنے کی بات یہ ہے کہ یہ جو 5.19 بلین روپے ہیں یہ کس مد میں دیئے جا رہے ہیں، یہ تو Local Government loan کو Local Government loan دیا جا رہا ہے، وہ لوکل گورنمنٹ کا تو debt بڑھایا جا رہا ہے۔ یہ کیا مذاق ہے کہ ایک طرف loan دیتے ہیں اور ساتھ ہی یہ کہتے ہیں کہ ہمارا ڈویلپمنٹ بجٹ ہے۔ کیا وزیر خزانہ صاحب مجھے یہ سمجھائیں گے کہ loan کی مد میں دیئے ہوئے پیسے کو ہم کیسے ڈویلپمنٹ کی مد میں استعمال کر سکتے ہیں؟ اس سے کیا ہوگا کہ لوکل گورنمنٹ کو پہلے ہی جو پیسا کم ملا ہے اس کو loan دے کر اور بیمار کریں گے، جب وہ ریکوری کے لئے جائیں گے تو پھر وہاں پر واٹر ٹیکس لگائیں گے اور عوام پر اس کا بوجھ پڑے گا تو یہ گورنمنٹ آف پنجاب کا 5.19 بلین روپے جو انھوں نے پانی کی سکیموں کے لئے دیا ہے کیا اچھا ہوتا کہ ---

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: جناب سپیکر! یہ جھوٹ ہے۔ یہ misguide ہو گا، اخباروں میں جائے گا۔ یہ loan نہیں ہے۔

جناب سپیکر: کیانی صاحب! وزیر خزانہ جب wind up کریں گے تو پھر اس کا جواب دیں گے۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: جناب سپیکر! معزز اپوزیشن لیڈر صاحب یہ سمجھ لیں کہ گورنمنٹ پنجاب 5.2 بلین روپے کی جو سکیمیں بنا رہی ہے یہ کوئی loan نہیں ہے۔ یہ سکیمیں ٹی۔ ایم۔ ایز چلائیں گی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! اگر یہ loan نہیں ہے تو پھر کیا وزیر خزانہ صاحب بتائیں گے کہ جو بجٹ statement ہے اس میں اس کو loan کی مد میں کیوں show کیا گیا ہے۔ میں یہی کہہ رہا ہوں کہ میں جتنے figures quote کر رہا ہوں یہ سارے کے سارے ان کی بجٹ statement میں سے ہیں۔ اگر یہ بجٹ غلط ہے اگر ان کے figures غلط ہیں تو میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یہ نقاب پوش بجٹ ہے۔ اس کو نقاب پہنا کر عوام کو بے وقوف بنایا جا رہا ہے۔ اگر کیانی صاحب کو نہیں پتا تو پھر وہ اپنی بجٹ statement دیکھیں کہ اس میں لکھا ہوا ہے کہ یہ as a loan دیا جا رہا ہے۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: رواں مالی سال۔۔۔

جناب سپیکر: کیانی صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔

قائد حزب اختلاف: جناب! یہ تقریر ہے۔ کیانی صاحب! آپ بجٹ statement دیکھئے۔ بجٹ statement میں یہ loan کی مد میں لکھا ہوا ہے۔ انھوں نے یہ پیسے loan کی مد میں رکھے ہوئے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ اربن ڈویلپمنٹ کے نام پر ایک اور مذاق بھی اس ہاؤس کے ساتھ ہو رہا ہے۔ آپ دیکھئے کہ اربن ڈویلپمنٹ کے نام پر جو پیسا لوکل گورنمنٹ کو دیا جا رہا ہے وہ بھی loan کی مد میں دیا جا رہا ہے۔ پچھلے سال اس ایوان نے بجٹ میں یہ پاس کیا تھا کہ یہ رقم 611 ملین روپے ہو گی لیکن ستم ظریفی دیکھئے، اس ایوان کے ربڑ سٹیمپ ہونے کی مثال دیکھئے حالانکہ two third majority ان کے پاس ہے، جو ضمنی بجٹ اگلے سال لائیں گے وہ یہ پاس کر لیں گے لیکن ستم ظریفی دیکھئے کہ اس ہاؤس کو پوچھے بغیر اس میں چھ گنا اضافہ کر دیا گیا، 611 ملین روپے کی جگہ 3.69 بلین روپے خرچ کیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کس سے پوچھ کر خرچ کئے؟ کس نے اس کی

اجازت دی؟ یہ ہاؤس مقدم ہے، اس ہاؤس کا یہ اختیار ہے کہ کم از کم اس سے پوچھا جائے، ضمنی بجٹ آتے ہیں، 25، 30 فیصد اور 40 فیصد تک آپ اضافی خرچہ کر کے اگلے سال ہاؤس سے پاس کرواتے ہیں لیکن چھ چھ گنا خرچہ کر کے تو ہاؤس کے پاس نہیں لاتے۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ یہ ان کی good governance کی مثال ہے۔

جناب سپیکر! ڈویلپمنٹ کے حوالے سے ایجوکیشن پر انھوں نے پچھلے سال 809 بلین روپے رکھے تھے لیکن خرچ تو صرف اڑھائی بلین روپے کیا۔ میں سوچتا ہوں کہ یہ کیسا پڑھا لکھا پنجاب بنانا چاہتے ہیں کہ ڈویلپمنٹ کی مد میں پچھلے سال انھوں نے 8.9 بلین روپے رکھے اور صرف 2.5 بلین روپے خرچ کر سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری نظر میں تو ایک ہی بات آتی ہے کہ بڑے بڑے اشتہارات جو اخباروں میں آئے ہیں، ٹی۔ وی پر جو advertisement آئی ہے یہ شاید اسی کا خرچہ ہوگا جو کہ 2.5 بلین روپے قوم کا ضائع کیا گیا ہے۔ باقی تو ان سے 6 بلین روپے spend ہی نہیں ہوا اور اب اسی بجٹ کو اٹھا کر 12 بلین روپے کر دیا ہے اور پھر کہتے ہیں کہ ہم نے تعلیم کی مد میں ڈویلپمنٹ پر بڑا اضافہ کیا ہے۔ میں پوچھنا چاہوں گا کہ جو حکومت 8 بلین روپے میں سے 2.5 بلین روپے خرچ کر سکی وہ اب اگلے سال میں 12 بلین روپے کیسے خرچ کرے گی؟ یہ صرف لفاظی ہے، یہ قوم کو بیوقوف بنانا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اس سے آگے اور ستم ظریفی دیکھئے کہ bulk allocation میں 4۔ارب روپیہ رکھا گیا ہے۔ پھر bulk allocation کس لئے استعمال ہوگی ہارس ٹریڈنگ کے لئے یعنی کہ لفافے دینے کے لئے یا ادھر سے وفاداریاں تبدیل کروانے کے لئے؟ یہ چار بلین روپے جو bulk allocation رکھی گئی ہے اس کا کس کو فائدہ ہوگا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت کے پاس نہ کوئی vision ہے، حکومت کے پاس نہ کوئی پروگرام ہے کہ پیسے رکھ دیئے ہیں، جہاں ضرورت پڑے گی، جب ایم۔پی۔ایز کو خریدنے کی ضرورت پڑے گی، جہاں اپنے ایم۔پی۔ایز کو روکنے کی ضرورت پڑے گی تو پھر ان کو بریف کیس دیئے جائیں گے، ان کو پیسے دیئے جائیں گے، ان کو مراعات دی جائیں گی۔ یہ گھوڑوں کی تجارت کے لئے 4۔ارب روپیہ رکھا گیا ہے۔ ان ساری باتوں کے بعد میں ان کے 100 بلین روپے ڈویلپمنٹ پروگرام کی ایک summary پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے جیسے پہلے عرض کیا کہ 100 میں سے 12۔ارب روپیہ انھوں نے لوکل گورنمنٹ کو دینا ہے، 23۔ارب روپیہ انھوں نے رنگ روڈ اور موٹروے کو دینا ہے، بقیہ ہمارے پاس

65-ارب روپیہ بچے گا اور شروع میں اگر آپ کو یاد ہو تو میں نے کہا تھا کہ non tax revenure کی collection میں ان کا 25-ارب روپے کا shortfall ہے۔ اگر وہ میں اس میں سے نکال دوں تو بقیہ ان کے پاس 40-ارب روپیہ بچتا ہے۔ اس 40-ارب روپے میں سے 4-ارب روپیہ انھوں نے bulk allocation ہارس ٹریڈنگ کے لئے رکھی ہے، پیچھے 36-ارب روپیہ بچتا ہے۔ اس 36 میں سے جو یہ Local Government کو Local Government loan دے رہے ہیں وہ 19.05 بلین روپے ہے۔ اگر میں حقیقی طور پر دیکھوں تو ان کے پاس 16.5 بلین روپے حقیقت میں سال کے آخر میں کیش بچے گا۔ یہ خود کہہ چکے ہیں کہ 100 بلین روپے میں سے 70 فیصد ہم نے on going schemes پر خرچ کرنا ہے۔ اگر میں ان کا 70 فیصد لگاؤں تو وہ 70-ارب روپیہ بنتا ہے۔ پھر 70-ارب روپے میں سے ان کے پاس ہے کیا 16.5 بلین روپے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ongoing scheme اس سال میں پوری ہو گی اور نہ کوئی نئی سکیم شروع ہو سکے گی۔ اگر کرنا ہو گا تو پھر ہیلتھ، ایجوکیشن جو پہلے یہ خرچ نہیں کر سکے وہیں سے نکالیں گے اور ڈویلپمنٹ کی مد میں خرچ کریں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں یہ حکومت کی کارکردگی دکھانا چاہتا ہوں جو یہ surplus budget 100 بلین روپے کا کہتے ہیں، اصل میں ان کے پاس شاید 16.5 بلین روپے بچے گا وہ بھی تب جبکہ سی۔بی۔آر اپنی پوری recovery کرے اور جو انہیں پیسے کہیں وہ ان کو مل جائیں۔ ان کی اپنی کارکردگی تو یہ ہے کہ ان کا اپنا non tax revenue میں 25 بلین روپے کا shortfall ہے۔

جناب سپیکر! یہ تو figures کے حوالے سے میں نے بات کی ہے۔ میں اب چند اور چیزوں پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ سستا بازار کی رٹ ہمارے منسٹر صاحب نے لگائی، چیف منسٹر صاحب نے لگائی۔ یہ سستا بازار کب لگے گا؟ کہاں لگے گا؟ یوٹیلٹی سٹورز کی یہ بات کرتے ہیں، کیا ان کے پاس مانیٹرنگ کے لئے اتنے لوگ ہیں جو اس کو سنبھال سکیں؟ جہاں مانیٹرنگ کی بات آتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اب نئی سکیم سامنے آنے والی ہے کہ جو ریٹائرڈ صوبیدار اور اس سے نچلے rank کے لوگوں کو آٹھ ہزار روپے تنخواہ پر یہ بھرتی کرنے والے ہیں، ایک ایک نئی موٹر سائیکل بھی دینے والے ہیں تاکہ وہ جا کر ایجوکیشن کی مانیٹرنگ کر سکیں۔ کتنی ستم ظریفی ہے کہ ایک ٹیچر جو ایک بچے کو پڑھاتا ہے اس کو تو آپ چار ہزار روپیہ دیتے ہیں، اس کی تو enhancement کی کوئی بات آپ نہیں کرتے لیکن ان کو مانیٹر کرنے کے لئے آپ 8000,8000 روپے دے کر، موٹر

سائیکل دے کر ریٹائرڈ فوجی افسروں کو ان کے اوپر لگانا چاہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ہماری priorities کدھر جا رہی ہیں؟ ہم اس پنجاب کی عوام کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ اس سے آگے چلیں کل ہی وزیر خزانہ صاحب نے اپنی پوسٹ بجٹ تقریر میں subsidy کی بات کہی ہے، میں بھی subsidy کی طرف آنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے کہا ہے کہ ہم گندم کی subsidy پر 7.5 کروڑ روپیہ لگائیں گے۔ جو ان کی بجٹ statement ہے اس میں تو انھوں نے 950 ملین روپے کہے تھے اور اب انھوں نے 750 ملین روپے announce کیا ہے تو اس میں سے کون سا figure درست ہے یہ ذرا مجھے بتا دیں دوسری طرف انھوں نے figures دیئے ہیں کہ 5 لاکھ 65 ہزار ایسے خاندان ہیں جو کہ زکوٰۃ کے مستحقین ہیں اور ان میں یہ subsidy تقسیم کی جائے گی۔ اگر میں انہی کے دیئے ہوئے figures کو اپنے سامنے رکھوں اور ایک فیملی کو صرف پانچ لوگوں کی فیملی تصور کروں تو یہ پنجاب کے 28 لاکھ 25 ہزار لوگ بنتے ہیں۔ اگر میں ان سب میں ان کی دی ہوئی subsidy کو تقسیم کروں تو یہ 92 پیسے فی دن کے حساب سے بنتے ہیں۔ کیا ایک غریب آدمی کو 92 پیسے میں ایک روٹی بھی ملے گی، یہ کیسی subsidy ہے؟ پولیس کو تو آپ 20 ملین روپے دے دیں جو امن و امان کو بھی کنٹرول نہ کر سکے اور ایک غریب جو کہ زکوٰۃ کا مستحق ہے اسے 92 پیسے ایک دن کے لئے دیں۔ دوسری طرف شوگر کی subsidy کی بات کرتے ہیں۔ اس کے لئے 2.5 کروڑ روپیہ رکھتے ہیں۔ اگر میں اسی فارمولے سے calculate کروں تو 24 پیسے فی دن فی آدمی کو ملتے ہیں۔ 24 پیسے میں کیا وہ ایک چمچ چینی کا لے گا؟ اس پر مزید یہ کہ انھوں نے جو اپنی تقریر میں اڑھائی کروڑ روپے کی subsidy دینے کی بات فرمائی ہے پورے بجٹ میں اس کی کہیں بھی provision نہیں ہے۔ آج کل اخبارات میں آپ نے پڑھا ہوگا، ہم تو پہلے سے کہہ رہے تھے کہ وزیروں کی ملکیتی فیکٹریوں نے چینی کو stock کیا ہوا ہے۔ آج یہ بات سامنے آگئی ہے۔ اب چونکہ سٹیٹ بنک نے کہا ہے کہ اپنے loans واپس کریں تو اب سب کو مصیبت پڑ گئی ہے کہ ہم اس سٹاک کو کسی نہ کسی طرح بیچیں یا پھر حکومت ہم سے خرید لے۔ جب بین الاقوامی مارکیٹ میں شوگر سستی تھی اس وقت تو ہماری چینی کے مالکان نے یہ نہیں کہا کہ حکومت ہم سے اسی قیمت پر چینی خرید لے۔ اب جب انٹرنیشنل مارکیٹ چڑھ گئی ہے تو اب یہ حکومت کو کہہ رہے ہیں کہ جس قیمت پر آپ ان سے import کر رہے ہیں اسی قیمت پر ہماری چینی خرید لیں تاکہ ہم سٹیٹ بنک کے پیسے واپس کر

سکیں۔اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ hoarding ہوئی ہے۔میں چاہوں گا، بلکہ یہ پورا ایوان وفاقی حکومت کو اس بات کی سفارش کرے کہ اب ان سے چینی نہ خریدی جائے بلکہ administrative measures لے کر اس چینی کو بازاروں میں لایا جائے تاکہ عوام کو ریلیف مل سکے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ regarding interest rates on the agriculture چند claims وزیر اعلیٰ اور وزیر خزانہ صاحب نے کئے ہیں۔پنجاب بنک، پنجاب کا بنک ہے۔آج بھی اس کا rate of interest، 15.5 فیصد ہے تو میں پوچھنا چاہوں گا کہ وہ 5 فیصد رعایت کہاں دی گئی ہے؟ دوسری طرف ان کا یہ بھی claim تھا کہ بنک آف پنجاب اور پنجاب حکومت outlay of loan کو plan کر رہی ہے جس سے بہتری آئے گی لیکن جب میں figures دیکھتا ہوں تو 130 بلین روپے میں سے بنک آف پنجاب صرف 5.5 بلین روپے دے رہا ہے وہ تو 4 فیصد بنتا ہے تو یہ کہاں سے بہتری لائیں گے؟ مجھے بتائیں کیوں عوام کو بے وقوف بناتے ہیں، کیوں ہمیں بے وقوف بناتے ہیں؟ 140 میں سے آپ کے پاس صرف کل حصہ ہی 5.5 ملین روپے کا ہے تو آپ عوام کو کتنا ریلیف دے دیں گے؟ یہ تو ان کے claims تھے۔

جناب سپیکر! انھوں نے جو غیر ملکی سرمایہ کاری کے حوالے سے بازار میں پراپرٹی ڈیلر شپ کا، پنجاب گورنمنٹ پراپرٹی ڈیلر شپ کا بورڈ لگایا ہوا ہے۔نہر سے لے کر جی او آر تک، ماڈل ٹاؤن کی گراؤنڈ ہو یا کوئی پارک یہ ہر چیز کو غیر ملکی سرمایہ کاری کے نام پر اونے پونے لوگوں کو بیچنا چاہتے ہیں۔رنگ روڈ کے پراجیکٹ کو بھی غیر ملکی سرمایہ کاری کی مد میں لا کر لوٹ گھسوٹ کا بازار گرم کر رکھا ہے۔انھوں نے غیر ملکی سرمایہ کاری کے نام پر ایک لوٹ مار شروع کی ہوئی ہے۔اب اس کی کیا پالیسی ہے؟ اگر کوئی لوکل سرمایہ کاران سے زیادہ پیسے دے کر وہ چیز لینا چاہے تو کیا یہ اس کو فراہم کریں گے، یہ لوکل سرمایہ کار کو کیا مراعات دیں گے؟ غیر ملکی سرمایہ کاری میں تو ان کے لئے شاید کمیشن زیادہ ہو گی تو میں چاہوں گا کہ براہ مہربانی عوام کو اس طرح بے وقوف نہ بنایا جائے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد بڑے دکھ کے ساتھ ایک بات عرض کروں گا۔وہ یہ ہے کہ ابھی ان کی جو حالیہ کابینہ کی میٹنگ ہوئی ہے۔اس میں جو کچھ ہوا اس پر میرے یہاں بیٹھے ہوئے کچھ وزراء بھائیوں کو شرم آئی ہو گی۔قائداعظم جو کہ فادر آف دی نیشن ہیں ان کی تصویر اور ایک جرنیل کی تصویر کو ساتھ ساتھ لگایا گیا ہے۔[********]

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے؟

جناب سپیکر: یہ تمام الفاظ کارروائی سے حذف کئے جاتے ہیں۔

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! اس ملک کی کیا اچھی روایت ہے کہ جو اس ملک کے محسن ہیں ان کی تصویر آپ آمروں کے ساتھ لگائیں۔ جنھوں نے اس ملک کو ایٹمی ٹیکنالوجی دی اسے پھانسی پر چڑھائیں، جو اس ملک میں ایٹمی ٹیکنالوجی کو ظاہر کرے، جو آپ کو میزائل سسٹم دے ان کو آپ جلا وطن کریں لیکن جرنیلوں کو آپ اپنے سروں پر بٹھائیں۔ اگر ہم نے ایسا ہی کرنا ہے تو پھر میں چاہوں گا کہ پانچ ہزار روپے کا جو نیا کرنسی نوٹ نکالا گیا ہے اس پر جنرل مشرف کی تصویر لگائیں۔ ایک اور دس ہزار روپے والا نوٹ چھپوائیں اور اس پر جنرل ضیاء الحق کی تصویر لگائیں اور اس قوم کا جو بڑا محسن ہے، جنرل یحییٰ خان اس کی تصویر پچاس ہزار روپے والے نوٹ پر لگائیں تاکہ دنیا کو پتا چلے کہ ہم کتنی جمہوری قوت ہیں، ہمارے ملک میں کتنی جمہوریت ہے اور ہم کتنا جمہوریت کو پروان چڑھانا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں آخر میں یہ آپ کی وساطت سے یہ کہنا چاہوں گا کہ جب تک حقیقی جمہوریت نہیں آتی اس وقت تک ہیرا پھیری نہیں رکے گی۔ جب تک جمہوریت کے نتیجے میں عوام کی عوامی حکومت قائم نہیں ہوتی یہ ہیرا پھیری نہیں رک سکے گی۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ ہوگا، عوامی حکومت آئے گی۔ موجودہ حکومت نے پردہ پوشی کر کے، نقاب پوشی کر کے جو یہ بجٹ پیش کیا ہے اس کے لئے ابراہیم لنکن نے بڑی اچھی بات کہی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ ”تم ایک شخص کو ساری عمر کے لئے بے وقوف بنا سکتے ہو، دھوکے میں رکھ سکتے ہو، تم چند لوگوں کو کچھ عرصے کے لئے دھوکے میں رکھ سکتے ہو لیکن تم تمام عوام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بے وقوف نہیں بنا سکتے۔“ اسی کے ساتھ میں اجازت چاہوں گا۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ سامیہ امجد صاحبہ!

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیے!

## پوائنٹ آف آرڈر
## آئین کی دفعہ (5)160 کے تحت این ایف سی
## ایوارڈ کا اسمبلی میں پیش نہ کیا جانا

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں جو بجٹ کی دستاویزات دی گئی ہیں اس میں این ایف سی ایوارڈ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ این ایف سی ایوارڈ کے حوالے سے ہمارے آئین کی دفعہ (5)160 کے تحت یہ ہے کہ این ایف سی ایوارڈ جو ہوگا وہ صوبائی اسمبلی کے اندر پیش کیا جائے گا۔ میں نے اس بارے میں تحریک استحقاق بھی دی ہوئی ہے۔ میں آپ کی رولنگ اس بارے میں چاہتا ہوں کہ اگر بجٹ پیش کر دیا گیا ہے اور این ایف سی ایوارڈ اسمبلی میں پیش ہی نہیں کیا گیا تو اسے بعد میں پیش کرنے کی کیوں ضرورت ہو گی اور کیا ضرورت ہو گی؟ این ایف سی ایوارڈ قانونی طور پر بجٹ پیش کرنے سے پہلے اس اسمبلی میں پیش کرنا چاہئے تھا اور اس این ایف سی ایوارڈ کی بنیاد پر ہی انھیں بجٹ بنانا چاہئے تھا۔ چونکہ انھوں نے بجٹ سے پہلے این ایف سی ایوارڈ اسمبلی میں پیش نہیں کیا تو مجھے اس بارے میں آپ کی رہنمائی اور رولنگ درکار ہے کہ کیا جب یہاں اسمبلی میں این ایف سی ایوارڈ پیش نہیں کیا گیا اس پر جو بجٹ بنایا گیا ہے وہ قانونی طور پر درست ہو گا یا نہیں؟

(اس مرحلہ پر پریس گیلری سے صحافی حضرات واک آؤٹ کر گئے)

قائد حزب اختلاف: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیے!

## پریس گیلری سے صحافیوں کا واک آؤٹ

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! پریس گیلری سے صحافی دوست واک آؤٹ کر گئے ہیں اس لئے کہ ان کا ایک سٹاف رپورٹر اپنی ڈیوٹی کے سلسلے میں جیل روڈ پر اپواء کالج کے سامنے جا رہا تھا تو غلط سمت سے آتی ہوئی ایک پولیس کی گاڑی نے اسے ٹکر مار کر زخمی کیا۔ جس میں ان کی ٹانگوں کا نقصان ہوا ہے، وہ زیر علاج ہیں۔ اس بارے میں پولیس کوئی کارروائی نہیں کر رہی جس پر پریس گیلری کے

دوست بائیکاٹ کر کے چلے گئے ہیں۔ پولیس کی گاڑی نے ون وے پر جاتے ہوئے ایک صحافی کو زخمی کیا لیکن ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ ہمارا اور پریس کے حضرات کا مطالبہ ہے کہ ملزمان کو فوراً گرفتار کیا جائے۔

جناب سپیکر: وزیر قانون صاحب اس بابت کچھ کہنا چاہیں گے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اجلاس شروع ہونے سے پہلے میری صحافی دوستوں سے بات ہوئی تھی اور ابھی ابھی مجھے ان کی طرف سے ایک چٹ بھی موصول ہوئی ہے کہ ڈیلی نیشن کے رپورٹر ہدایت اللہ کی ہلاکت کے خلاف پریس گیلری اپوزیشن لیڈر کی تقریر کے بعد ٹوکن بائیکاٹ کر رہی ہے۔ مجھے انھوں نے اطلاع دی ہے۔ میں نے ان سے گزارش کی تھی کہ ہم آپس میں مل بیٹھتے ہیں اور میں ساری تفصیل ان سے لیتا ہوں۔

جناب والا! آپ کے علم میں ہے کہ اس سے پہلے بھی جو واقعات ہوئے ان پر حکومت نے مکمل طور پر صحافیوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کیا اور جو لوگ اس میں قصوروار پائے گئے ہم نے ان کے خلاف کارروائی کی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب بھی کارروائی کریں گے۔ میں صحافی دوستوں سے گزارش کروں گا کہ وہ واپس تشریف لائیں اور میں ابھی ان کے ساتھ بیٹھ کر ہر قسم کی بات کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں آپ کے توسط سے ان کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کی جو بھی شکایات ہیں ان کا ازالہ کیا جائے گا۔ شکریہ

جناب سپیکر: میں چوہدری محمد اقبال صاحب وزیر خوراک سے گزارش کروں گا کہ وہ صحافی حضرات کو واپس لے آئیں۔

(اس مرحلہ پر وزیر خوراک چوہدری محمد اقبال صحافیوں کو واپس
لانے کے لئے ایوان سے باہر تشریف لے گئے)

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میرے پوائنٹ آف آرڈر پر ruling فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: وزیر خزانہ صاحب! سید احسان اللہ وقاص صاحب نے جو پوائنٹ آف آرڈر raise کیا ہے اس کا جواب دیں۔

## آئین کی دفعہ 160(5) کے تحت این ایف سی
## ایوارڈ کا اسمبلی میں پیش نہ کیا جانا

(۔۔۔جاری)

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! احسان اللہ وقاص صاحب نے بالکل صحیح point out کیا ہے۔ ہم ensure کریں گے کہ نیشنل فنانس کمیشن کے interim award کو بجٹ اجلاس کے دوران اسمبلی میں circulate کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب! بجٹ اجلاس کے دوران ہی یہ پیش کر دیا جائے گا۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! انھیں یہ بجٹ اجلاس سے پہلے پیش کرنا چاہئے تھا ہمیں تو بتایا ہی نہیں گیا کہ پنجاب کو کن بنیادوں پر ایوارڈ ملا ہے اس لئے یہ پہلے پیش کرنا چاہئے تھا بعد میں پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ سارا بجٹ غیر قانونی طور پر پیش کیا گیا ہے تو ہم اس بجٹ کو سن کر اور اس پر تقاریر کر کے کیا کریں گے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! ایوارڈ کا ٹیکسٹ پبلش ہو چکا ہے جو ایوان کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا اور پریس میں multiple times پرنٹ بھی ہو چکا ہے۔ ہم ایوان کے اندر بھی قانونی شکل پوری کریں گے اور بجٹ اجلاس کے دوران ہی اسے circulate کیا جائے گا۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا ثناء اللہ خان صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! فنانس منسٹر صاحب فرما رہے ہیں کہ ابھی وہ publish اور press کے مراحل سے گزر رہا ہے۔ آپ ان کی حالت دیکھیں کہ وہ ابھی پرنٹ کے مراحل سے گزر رہا ہے اور ان کے پاس پہنچا نہیں کہ وہ اس کی کاپیاں کروا کر اس ایوان میں پیش کر سکیں۔ آپ ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ یہ بجٹ تقریر میں کیا فرما رہے تھے؟ کہ آج میں اس ایوان میں پورے اعتماد سے کھڑا ہوں۔ جو کہ کبھی ان کو حاصل ہی نہیں ہوا اور بانگ دہل کہتا ہوں حالانکہ ان کو یہ پتا ہی

نہیں کہ اس لفظ کے معنی کیا ہیں؟ کہ حالات و واقعات نے ان شکوک و شبہات کو دفن کر دیا ہے جو ہمارے مخالفین مخالفت برائے مخالفت کے طور پر کر رہے تھے۔ صدر پاکستان نے نئے این ایف سی ایوارڈ پر صدارتی فرمان جاری کر دیا ہے جس میں پنجاب کا موقف کہ صوبوں کے درمیان divisible pool کے ٹیکسوں کی تقسیم آبادی کے فارمولے کی بنیاد پر ہونی چاہئے اسے من و عن قبول کر لیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! جب ابھی تک ان کے پاس کاپی ہی نہیں آئی وہ ابھی پرنٹ ہو رہی ہے پریس میں پڑی ہے تو یہ سارا کچھ ان کو کیسے معلوم ہو گیا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ واقعی یہ تقریر کسی بیوروکریٹ نے ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں بیٹھ کر لکھی ہے جس میں سارا جھوٹ ہے اور حقائق کے برعکس لکھا ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! اس میں date and time mention کیا ہوا ہے کہ اس date تک یہ پیش ہو جانا چاہئے؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! انھوں نے فرمایا ہے کہ وہ پریس میں گئی ہے اور ابھی پرنٹ ہو رہی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ابھی اس کی کاپی حکومت پنجاب کو نہیں ملی تو جب ان کو کاپی ہی نہیں ملی تو ان کو کیسے پتا چل گیا کہ ان کا موقف من و عن قبول کر لیا گیا ہے اور یہ بانگ دہل اور پتا نہیں کس اعتماد کے ساتھ کھڑے ہیں۔ یہ کیسے ہو گیا ہے؟

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں point of personal explanation پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں ایک دفعہ پہلے بھی رانا صاحب کے متعلق بیان کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت زیادہ کمال دیا ہے۔ شاید یہ لفظوں کو سمجھ تو لیتے ہوں گے لیکن اظہار اس طرح کرتے ہیں جیسے نہیں سمجھے۔ میں جو document پیش کروں گا وہ printed بھی ہو گا اور اس پر تاریخ بھی لکھی ہو گی اور میں نے قطعاً اس قسم کی کوئی statement نہیں دی کہ وہ ابھی کسی پرنٹنگ پریس میں پھر رہا ہے بلکہ میں نے یہ کہا ہے کہ اخبارات میں اس کا ٹیکسٹ شائع ہو چکا ہے۔ ایک بار نہیں بلکہ بارہا ہمارے ملک کے تمام اخبارات میں شائع ہو چکا ہے اور ہم اسے ایوان کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ شکریہ

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! شاہ صاحب نے جو بات کی ہے۔160(5) میں دیکھ لیں اور ہم جناب کی رولنگ چاہتے ہیں کہ کیا فنانس کمیشن کی رپورٹ اسمبلی میں پیش کرنے سے پہلے بجٹ اسمبلی میں پیش کیا جا سکتا ہے؟

جناب سپیکر: 160 کی کون سی سب کلاز ہے؟

جناب ارشد محمود بگو: 160 کی سب کلاز 5 ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! سب کلاز (4) میں اور اس سے پہلے نیشنل فنانس کمیشن کی پوری تفصیل بیان کی گئی ہے اور سب کلاز (5) میں اس کے فیصلے کے بعد اس کا action بتایا گیا ہے۔ اس میں بتایا گیا کہ:

(5) The recommendations of the National Finance Commission, together with an explanatory memorandum as to the action taken thereon, shall be laid before both Houses and Provincial Assemblies.

اب اگر صوبائی اسمبلی میں بجٹ پیش کرنے کے بعد اسے پیش کیا جائے تو اس کا کیا جواز ہوگا؟ اس کا تو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ تو بجٹ پیش کرنے سے پہلے پیش کرنا چاہئے تاکہ ہمیں پتا چلے کہ اوپر سے ہمارا کیا حصہ آنا ہے وفاقی حکومت نے ہمیں کیا grants دینی ہیں اور ہمارا کیا share مقرر کیا گیا ہے اور اس کی بناء پر یہ بجٹ بنایا گیا ہے۔ چونکہ یہ پہلے پیش نہیں کیا گیا اس لئے مجھے تو بجٹ کی ساری کارروائی غیر قانونی لگتی ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میری تجویز ہے کہ کچھ وقفہ کر دیا جائے تاکہ یہ سارے مل کر جواب تیار کر سکیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں گزارش کرتا ہوں کہ اس میں دو چیزیں ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ معزز رکن نے کہا کہ نیشنل فنانس کمیشن کے ایوارڈ کو پہلے circulate کیا جائے اور اس کے بعد بجٹ پیش کیا جانا ضروری تھا۔ یعنی نیشنل فنانس کمیشن کا ایوارڈ ہاؤس میں آنا ضروری تھا۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پھر انھوں نے Constitutional requirement یہ بتائی کہ جب تک وہ نہیں آتا ہمارا بجٹ unconstitutional ہو گا۔ میں آپ کی توجہ آرٹیکل 254 کی طرف مبذول کروانا چاہوں گا۔

> 254. When any act or thing is required by the constitution to be done within a particular period and it is not done within that period, the doing of the act or thing shall not be invalid or otherwise inaffective by reason only that it was not done within that period.

جناب والا! اگر ہم نے کوئی چیز آئین کے تحت ایک خاص مدت میں کرنی ہے تو وہ اس خاص مدت میں نہ ہو تو یہ قطعاً تصور نہیں کیا جائے گا کہ وہ غیر قانونی ہے۔ جیسے فنانس منسٹر صاحب نے بتایا ہے کہ اس میں جو ترمیم آئی ہے وہ اسے پیش کر دیں گے۔ میں دوسری بات یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس میں تھوڑا سا misconception ہے۔ یہ پورا این ایف سی ایوارڈ نہیں ہے۔ این ایف سی ایوارڈ کے لئے جو کمیشن قائم کیا گیا تھا۔ ابھی تک اس کمیشن نے اپنی سفارشات نہیں دیں یہ تو صدر پاکستان نے اپنے خصوصی اختیارات استعمال کرتے ہوئے existing award میں ایک ترمیم کی ہے اور اس کے ٹیکسٹ کے بارے میں فنانس منسٹر صاحب نے بتایا ہے کہ وہ ہاؤس میں پیش کر دیا جائے گا اور جب نیشنل فنانس کمیشن in toto award کرے گا تو وہ بھی اس ہاؤس میں پیش کر دیا جائے گا۔ ابھی تو ایک ترمیم ہے جو صدر پاکستان نے خصوصی اختیارات استعمال کرتے ہوئے existing award میں کی ہے اس لئے یہ پورا ایوارڈ نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ محترمہ سامیہ امجد صاحبہ!

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

## اسمبلی میں پیش کئے بغیر بجٹ کی کسی مد پر نظر ثانی کرنا

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں محترم وزیر خزانہ کی رہنمائی چاہوں گا کہ عرف عام میں یہی سمجھا جاتا ہے کہ جب بھی کسی ڈیپارٹمنٹ یا کسی demand کے حوالے سے کسی amount کی بجٹ estimation ہوتی ہے تو اسے یہ ہاؤس منظور کرتا ہے۔ اس کے بعد اس ہاؤس نے ہی گورنمنٹ کو revise کی power دی ہوئی ہے کہ اگر اس میں کوئی unforeseen expenses ہو جائیں یا pricehike ہو جائے تو حکومت اسے revise کر کے اس میں تھوڑی بہت کمی بیشی کر سکتی ہے تو وزیر خزانہ کی یہ رہنمائی چاہوں گا کہ اگر کسی مد میں کوئی تجویز ہی نہ رکھی گئی ہو، کوئی رقم سرے سے منظور ہی نہ کی گئی ہو تو اس میں revise کا خانہ create کیا جا سکتا ہے اور کیا اس انداز سے رقم خرچ کی جا سکتی ہے، کیا ایسا کرنے سے ہاؤس کی powers میں مداخلت تصور نہیں ہو گی۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں گزارش کروں گا کہ بہت مناسب ہو گا کہ جس طرح پرسوں رانا صاحب نے بجٹ پر اپنی بحث کا آغاز کرنا ہے۔ اس میں ان کے جو جو خدشات اور چیزیں ہیں وہ یہ پوائنٹ آؤٹ کریں۔ میں ensure کروں گا کہ خاص طور پر جو قائد حزب اختلاف نے آج بجٹ پر جو تنقید کی ہے۔ ان کا بھی point by point جواب آئے اور جو ممبران مثبت تنقید کریں گے ان کا بھی جواب آئے۔

جناب سپیکر: شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! انھوں نے جو Annual Budget Statement دی ہے۔ اس کے صفحہ 45 کو یہ ملاحظہ کر لیں۔ اس میں block allocation میں ہے کہ جو بجٹ 06-2005 ہے۔ اس میں کوئی رقم نہیں ہے اور revise میں 19۔ارب روپے اور 92 کروڑ روپے کی رقم انھوں نے خرچ کی ہوئی ہے۔ انھوں نے یہ کہاں سے خرچ کر دی ہے۔ جب کوئی تجویز بجٹ میں سرے سے

پیش ہی نہیں ہوئی تو پھر یہ کیسے کر سکتے ہیں۔اسی طرح 3-ارب روپے کی رقم اس کے علاوہ ہے۔ انھوں نے یہ رقم کہاں سے خرچ کرلی ہے اور یہ رقم کہاں سے آئی ہے؟

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میرے سامنے آئین ہے۔انھوں نے جو بات ارشاد فرمائی ہے کہ صدر نے ایگز یکٹو آرڈر کے تحت این ایف سی ایوارڈ کے اندر ترمیم کر دی ہے۔صدر نے آئین کی کس دفعہ کے تحت کیا ہے؟

جناب سپیکر: آپ نے آرٹیکل 254 پڑھا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! 254 تو اس بارے میں ہے کہ اگر آئین کی کسی بات پر کسی وجہ سے delay ہو جائے۔

جناب سپیکر: یہ بھی delay ہی ہوئی ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! این ایف سی ایوارڈ کا اعلان ہے۔کہا یہ جاتا ہے کہ چاروں صوبوں نے صدر صاحب کو اختیار دیا تھا کہ آپ خود فیصلہ کر لیں۔انھوں نے این ایف سی ایوارڈ کا اعلان کیا ہے۔یہ ایگز یکٹو آرڈر این ایف سی ایوارڈ ہے۔آج سندھ کی طرف سے تازہ باتازہ یہ بیان بھی آگیا ہے کہ ہم اس ایوارڈ کو نہیں مانتے اور ہم اپنا حصہ بڑھانے کے لئے بات کریں گے اس لئے یہ بات کہنا کہ وہ این ایف سی ایوارڈ نہیں ہے بلکہ وہ کوئی ایگز یکٹو آرڈر ہیں۔یہ بات درست نہیں ہے، یہ بالکل غیر آئینی ہے۔انھیں یہ بجٹ سے پہلے پیش کرنا چاہئے تھا۔آپ اس بارے میں رولنگ دے دیں کہ یہ پیش کرنا درست ہے تو ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! انھوں نے پوائنٹ آف آرڈر کیا کہ enviroment کے لئے جو رقم مختص تھی وہ خرچ نہیں ہو سکی۔ میں یہ وضاحت کرتا چلوں کہ پچھلے بجٹ میں ہم نے Disaster Management Plan کے لئے پیسہ رکھا تھا کہ اگر کوئی ناگہانی صورتحال آ جائے جیسے سیلاب آ جائے یا زلزلہ آ جائے جس طرح آیا۔اس کو ہم study کر رہے ہیں جو ابھی تک مکمل نہیں ہے۔اسی طرح ملتان میں ایک لیبارٹری بنائی تھی۔اس لئے زمین لے لی گئی ہے۔دیر ہو گئی ہے لیکن اندھیر نہیں ہے۔ہم پیسا غبن نہیں کر رہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں گزارش کرتا ہوں کہ رانا صاحب نے جو صفحہ نمبر 45 کا پوائنٹ آؤٹ کیا ہے۔ ہم بجٹ میں کچھ ایسی allocation propose کرتے ہیں جو block کی شکل میں رکھی جاتی ہیں اور اس سے وہ کسی ایک خاص مد پر جب خرچ کی جائیں تو وہ اس block میں reflect نہیں ہوتیں بلکہ اس خاص مد میں revise estimates میں آ جاتی ہیں۔ میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ ہاؤس کا بہت قیمتی وقت ہے۔ ہمیشہ سے رواج یہی رہا ہے کہ تمام معزز ممبران اپنا نقطہ نظر بناتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ہاؤس کسی تجویز پر دس روپے منظور کرلے تو اس پر حکومت کو اختیار ہے کہ وہ بارہ خرچ کر دے یا پندرہ خرچ کر دے اور پھر revise budget میں جا کر منظوری لے لے لیکن جو مد سرے سے ہی نہیں ہے۔ اس کو اپنے طور پر نئے سرے سے create نہیں کر سکتے۔ اگر گورنمنٹ کو یہ اختیار دے دیا جائے تو پھر ہاؤس میں بجٹ کی یہ exercise بالکل فضول ہو جاتی ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ یہی ہاؤس block allocation منظور کرتا ہے۔ اسی ہاؤس سے اجازت لی جاتی ہے۔ یہ دو مدات کا بتا رہے ہیں تو اس block allocation میں پیسا revise estimates میں reflect کیا گیا ہے اس کی اجازت ہاؤس نے پہلے دی ہے۔

جناب سپیکر: ان کا سوال یہ ہے کہ ہاؤس نے پہلے جو اجازت دی تھی۔ آپ نے ایک مد میں خرچہ صفر رکھا ہے تو کیا مد کے لئے میں revise estimate خرچہ ہو سکتا ہے۔

وزیر خزانہ: یقیناً ہو سکتا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: اگر ہاؤس میں کوئی grant یا کوئی خرچہ پیش ہی نہیں ہوتا اور ہاؤس اس کو منظور ہی نہیں کرتا تو پھر اس میں یہ اضافہ کس طرح کر سکتے ہیں، یہ نئے سرے سے کیسے create کر سکتے ہیں؟ اگر یہ کر سکتے ہیں تو یہ بتادیں اور فلاں rule آرٹیکل ہے جس کے ذریعے یہ کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب آپ آرٹیکل 126 پڑھ لیں۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! میں نے آپ کے حکم کے مطابق صحافی بھائیوں سے request کی ہے۔ وہ سارے تشریف لے آئے ہیں۔ وہ وزیر قانون سے تھوڑی سی assurance چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ

وزیر قانون و پارلیمانی امور: اگر رانا صاحب کو کسی figure پر اعتراض ہے تو وہ اپنی بجٹ تقریر میں اس کو پوائنٹ آؤٹ کریں گے تو وزیر خزانہ اس کا جواب دیں گے۔ اگر رانا صاحب کوئی ایسی غلطی سمجھتے ہیں جو کہ constitutional ہے تو اس کے لئے اور طریقے موجود ہیں۔ یہ تحریک استحقاق لے آئیں تو اس کا جواب دے دیں گے۔ اس کے لئے اور کوئی طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر: میری بات سنیں۔ فنانس منسٹر نے on the floor of the House admit کیا ہے کہ یہ misprint ہوا ہے تو جب وہ wind up کریں گے تو detail کے ساتھ بتائیں گے اگر کوئی ابہام رہ گیا تو اس پر بعد میں بات ہو سکتی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں اعتراض کی بات نہیں کر رہا تھا میں وزیر خزانہ سے رہنمائی چاہتا تھا کہ یہ 19921 ملین روپے اور اس کے بعد 3299 ملین روپے، یہ اتنی بڑی amount ہے اگر وہ کہتے ہیں کہ ہم نے کسی block allocation سے اس کو یہاں لا کر خرچ کر دیا تو جتنا بھی یہ budget statement ہے اس میں جتنے بھی اخراجات ہوئے ہیں وہ جہاں سے بھی ہوئے ہیں ان کے باقاعدہ اکاؤنٹس لکھے ہوئے ہیں، 036, 038 اس کے نتیجے میں اس اسمبلی نے expenditure authorize کیا تھا اور اس میں سے ہم نے اتنی رقم یہاں پر خرچ کی ہے، اتنی رقم فلاں جگہ پر خرچ کی ہے۔ یہاں پر کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ اب اگر میں نے ڈسٹرکٹ گورنمنٹ یا لوکل گورنمنٹ کے اخراجات کے حوالے سے جو بات کرنی ہے تو میرا یہ حق بنتا ہے کہ میں ان سے یہ رہنمائی چاہوں گا کہ آپ نے 19921 ملین روپے اور 3299 ملین روپے کی جو رقم خرچ کی ہے یہ آپ نے budget estimate میں کوئی پیسا نہیں رکھا، revised میں آپ نے اتنی بڑی رقم رکھی ہے تو آپ نے یہ اتنی بڑی رقم کہاں سے خرچ کی ہے؟ یہ رقم actually موجود تھی یا نہیں تھی اور جب اس ہاؤس نے اس مد میں آپ کو پیسا خرچ کرنے کا کوئی اختیار ہی نہیں دیا تو آپ نے اسے revise کیسے کر لیا؟ اس طرح سے آگے 1000 ملین روپے ایک ہیں، 1100 ملین روپے ایک ہیں، 200 ملین روپے ایک ہیں اور 1855 ملین روپے اور ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ بہتر یہ ہوگا کہ راناصاحب speech فرمالیں اور ان کی نظر میں بجٹ پر جو اعتراضات ہیں وہ بیان فرمادیں تاکہ وزیر خزانہ صاحب نوٹ فرمالیں اور بعد میں اس کا جواب دے دیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تو دوسرے دوستوں کا حق مارنے والی بات ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس speech میں، میں نے جو بات conclude کرنی ہے کہ اتنی رقم انہوں نے خرچ کی ہے اور اس سے یہ نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ budget statement میں مجھے یہ ہی نہیں پتا چلے گا کہ یہ رقم آئی کہاں سے ہے؟ یہ رقم actually موجود بھی تھی یا نہیں تھی۔ جیسے راجہ صاحب فرمارہے ہیں کہ یہ speech فرمائیں، میں کیا speech فرماؤں گا۔ پھر یہ ہے کہ سیاسی باتیں ہوں گی، پھر یہ کہیں گے کہ بجٹ facts and figures پر بات نہیں کر رہے۔ اگر انہوں نے کسی سے پوچھنا ہے تو آپ ان کو 10 منٹ دے دیں، ہاؤس کی کارروائی چلتی رہے اور یہ پوچھ کر مجھے بتادیں۔

جناب سپیکر: آپ نے کل speech کرنی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ مجھے آج بتادیں تاکہ کل facts and figures پر بات ہوسکے۔ میں آج ہی یہ چاہتا ہوں ورنہ پھر آپ کو بار بار مداخلت کرنی پڑے گی۔ یہ مجھے 10/15 منٹ میں بتا دیں۔

## سالانہ میزانیہ بابت سال 2006-07 پر بحث

(---جاری)

جناب سپیکر: فنانس منسٹر سن رہے ہیں۔ ڈاکٹر سامیہ امجد!

**DR. SAMMIA AMJAD:** Thank you Mr Speaker, for giving me an opportunity to express my views on the budget for the year 2006-07. I express my congratulations and jubilations to the entire Assembly because for the first time in the history of Pakistan, the 4th budget has been presented by this Assembly which was never done before by any other Assembly. This is in

fact an indication of the growing integrity of the political system in Pakistan. It is a proof that continuity of tenure of an elected government is the most important part which ensures that this government has been able to come forward with the $4^{th}$ budget.

The President of Pakistan, Gen. Pervaiz Musharraf vehemently declared that the Assemblies will be dissolved over his dead body when he first addressed the MPAs at Governor House in 2002. Today we see that he has upheld his “word of honour” and the history has been laid.

Mr. Speaker! sir, I want to say that this is indeed not just one incident in the history of Pakistan, it should be laid as tradition and it should be ensured in future that yes; an Assembly can sit till the end of its tenure because it is the only thing in which the salvation of the people of Pakistan exists. It was because of the patience, able and open hearted leadership of Ch. Parvez Elahi that today thousands of small fragments of political parties have aggregated under one flag of Pakistan Muslim League. This difficult job was brought about by discussion, dialogue and resolving of small misgivings, forgoing false egos to reach a political consensus that will ensure political stability and sustainability. It's head off to the determination of a true and a brave heart Ch. Parvez Elahi.

Mr. Speaker! Sir, the budget 2006-2007 will realize and achieve the goals and initiatives that were made in the past. It will be in keeping with the Vision 2020 of the Chief Minister enunciated on June 15, 2000 and will ensure a more prosperous,

a better educated, a healtheir and an enlightened Province with the enhancement of quality of life of the citizens.

A special congratulation is also for the new transition of the budgetary statements into the New Account Model which merits a special word of praise. The hard work done by the present bureaucracy and the Ministry for Finance in achieving the international targets needs credit. Sir, I shall now only touch on the health sector programme today. It is a revolution which is going to take place and which has already started in the Health Department. The Millenium Development goals had special focus on streamlining the Health Department which is highly commendable. First, the health Care Delivery Project Management (HCDP) speaks of its way forward by the improvement of 4 important health indicators that show that the health of this country is the first and the prime concern of the Government of Punjab. 43 percent of Trained Birth Attendants as compared to 24 percent which were in 2004; 74 percent of children fully immunized as compared to 57 percent that were in 2002; the infant mortality rate of 72/1000 live births as compared to 82 infant mortality rate in 2002; and the maternal mortality rate of 257 as compared to 350 in the year 2004 are improving indicators. Sir, these indicators show that definitely the health reforms are going to be successful and are on way to success. Second, the major strategic programme by the health sector reforms programme has been implemented and made comprehensive in the health sector at the cost of 2100 million rupees. Sir, I would like to emphasize that this huge amount of

money was not taken by some donor agency but was made available purely from the Government resources and, Sir, I would like to give all credit to Ch. Parvez Elahi. We are very proud of him that he has managed it all from the Government resources and not gone with the begging bowl to some donor agency. The Additional Director of the Project and the Director of the health sector reforms programme certainly need a recognition and a token of appreciation for the entire sound planning and insight and know how of problems. That is the reason this health sector reforms programme was so excellently planned and I would like to mention that the Health Minister has taken a very keen interest in strategizing what is to be done and where the money is to be spent. In the infrastructure, we have got a long list of a very sound planning which is going to uplift the Basic Health Units and the Rural Health Services. The missing facilities of the B.H.Us, the R.H.Cs, the T.H.Qs hospitals and the tertiary hospitals are being provided to save themselves from falling to shambles and this includes revival, replacement and repair of buildings, roads, equipments, electricity, sewerage and others. The availability of adequate standardized essential medicines has been ensured and school health services and preventive measures have also been ensured. Sir, this is a time for doctors that there has been a great restoration in their dignity. The pay has been increased from Rs.25000/- to Rs.30,000/- in the BHUs under tehsil headquarters; 25 marks for the Public Service Commission exams have been given after two years of service under this

programme; no gender discrimination in the appointment of M.Os and S.M.Os levels; availability of transport and vehicles, capacity building, motivation of medical staff; and the emergency care system is unique. The expensive injection streptokinase which costs about Rs.3500/- is being provided free of cost in all emergency hospitals and this is an example which is not even present in the emergency care systems of the U.S.A. So, another applaud and a vote of congratulations to the Health Minister. Sir, I would like to take this opportunity to point out to the Health Reform Sector Programme a very important aspect which needs more revival and strengthening and this is my only purpose of making and focusing on the health sector reforms programme. Sir, the very important focus is on the human resource, the doctors who are going to carry out this infrastructure to life. You cannot construct and reconstruct, but just repair every thing and expect the health system to improve. Sir, what I would like to say is that this Assembly with the will of the Chief Minister and a unanimous vote will go for the Punjab College of Family Physicians. I have put the draft bill on your table right now for your observation with the comments of the Health Department supported with the credibility of a unanimous vote of this very sitting Assembly. Some how, sir, under clause 126(2) in the Rules of Procedure, this Bill or this Resolution should have been carried forward and answered in a period of six months but after a passage of two and a half years we are still waiting for this. Sir, I would like to tell you that the Family Physicians comprising 40000

doctors are present in the rural areas or the reuote areas of the Punjab. These are the people who are upholding the rural health services in every 7 kilo meters and are self employed. Until or unless we do not bring these people into the Health Reforms Sector Programme, this programme will be jeopardized. If you go through these pages which I have given to you, you will see that the Health Department agrees to create this college of Family Physicians. It has been created in USA thirty years ago i.e. the Royal College of England or now Sri Lankha, Bangladesh and Australia have adopted it. Until or unless family physicians are not given a formal identity you can never make any research in tele-medicine, tele-education or any rural health services, without the involvement of these 40000 doctors in the Punjab and 125000 doctors in whole Pakistan. Therefore, sir, with very due respect I would request you to give a ruling to make a Special Committee which will ensure that it is expedited and the project which is the life breath of the Health Sector Reforms Programme is ensured, initiated and implemented because it is not only view of the Assembly, but also the Chief Minister to reach to the grass root levels. Sir, I need your ruling and it will be very kind of you if today in answer to the budget speech I may get your favour. In fact it is for the success of the Health Sector Reforms Programme that I appeal you on the floor of the House kindly to make a Committee which will ensure that this Bill is carried forward through proper channel and implemented. Thank you so much.

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے اس عجیب و غریب بجٹ پر بحث کرنے کی اجازت دی ہے۔

جناب سپیکر! میں بحث کرنے سے پہلے ایک شعر آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتی ہوں کیونکہ ڈاکٹر سامیہ امجد مجھ سے پہلے تقریر کر چکی ہیں ان کے لئے پیش کرتی ہوں کہ:

قسم ہے زمانے کی رب نے کہا
کہ انسان بے شک خسارے میں ہے
سنی جب یہ آیت تو دل نے کہا
ہاں ہمارے بجٹ ہی کے تو بارے میں ہے

جناب سپیکر! وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر کے بالکل شروع میں انھوں نے کچھ ایسے انقلابی اقدامات کا ذکر کیا جو ابھی تک یا تو کاغذوں میں ہیں یا ابھی under process ہیں اور اس کا کریڈٹ لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے بھی ایک list بنائی ہے جسے میں سمجھتی ہوں کہ شاید وزیر خزانہ صاحب اپنی list میں شامل کرنے سے بھول گئے ہیں۔ میری گزارش ہوگی کہ وہ اس کو شامل کر لیں جن میں گنجان آباد علاقوں میں سیوریج کی صورتحال، زیر زمین ریلوے لائن کا منصوبہ، رنگ روڈ کے التواء کی بات، غربت میں اضافہ، درمیانے طبقے میں کمی، اشیائے خورد و نوش کی قیمتوں میں اضافہ، لوڈ شیڈنگ کا عذاب، تعلیم کے لئے فنڈز کا غیر شفاف استعمال، بوگس entries، پرائیویٹ یونیورسٹیوں کو غلط NOC's، صاف پانی کا مسئلہ، شوگر اور سیمنٹ سکینڈل، لینڈ مافیا کی سرپرستی، گینگ ریپ، معصوم بچیوں سے زیادتی میں اضافہ اور پنجاب کی تاریخ میں جرائم میں ریکارڈ اضافہ بھی اس گورنمنٹ کے کریڈٹ میں جاتا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے وزیر خزانہ صاحب اپنی تقریر میں ان چیزوں کو شاید بھول گئے تھے۔

جناب سپیکر! سب سے پہلے میں سمجھتی ہوں کہ بجٹ پر بات کرنے کے لئے ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا اور میرا خیال نہیں ہے کہ پنجاب کے حکمران بنیادی مسائل سے آگاہ ہوں کہ پنجاب کے مسئلے کیا ہیں اور پنجاب کے عوام کن مشکلات سے دوچار ہیں۔

جناب سپیکر! میں سب سے پہلے مہنگائی کی صورتحال پر بات کروں گی۔ اس بجٹ میں

بڑے خوبصورت طریقے سے گول مول کر کے ایک عجیب قسم کا خوبصورت محل تعمیر کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس کی کوئی بنیاد موجود نہیں ہے۔ دوررس اقدامات کا ذکر ضرور کیا گیا ہے لیکن اس حکومت کے چار سالہ دور میں نظر نہیں آتا۔

جناب والا! یوٹیلٹی سٹورز کی بات کی گئی ہے کہ اس وقت ہمارے پنجاب میں 365 یوٹیلٹی سٹورز ہیں۔ جن کو اگر تحصیل کی سطح پر لے جایا جائے، جیسا کہ ان کے اقدامات کی بات کی جائے تو چھ سو اور یوٹیلٹی سٹورز قائم کئے جائیں گے جو بیس سے پچیس لاکھ افراد کی ضروریات کو پورا کرنے کے قابل ہوں گے۔ میں بتانا یہ چاہتی ہوں کہ شاید ہمارے پنجاب کے حکمرانوں کو پتا نہیں کہ پنجاب کی آبادی اس وقت آٹھ کروڑ سے زیادہ ہے اور بیس سے پچیس لاکھ افراد کی ضروریات کو پورا کر کے اگر یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے مہنگائی کا مسئلہ حل ہو جائے گا تو وہ احمقوں کی جنت میں رہنے والی بات ہے۔ اس کے بعد یہ یوٹیلٹی سٹورز اب ریٹائرڈ فوجیوں کو ایک اور پر کشش ملازمت دینے کی کوشش ہے۔ اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ میں کہنا چاہوں گی اور میں اس بات کی عینی شاہد ہوں کہ ہر یوٹیلٹی سٹور پر ایک ہزار روپے کی خریداری پر پانچ کلو چینی پر رعایت دی جاتی ہے۔ جس بندے کے پاس ایک ہزار روپے کی خریداری کی گنجائش نہیں ہے تو کیا وہ چینی نہیں لے سکتا۔ یہ چینی سکینڈل اس ایوان میں بیٹھے ہوئے انہی کے وزراء کا اور بااثر افراد کا پیدا کیا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے آج اس صوبے کے لوگ چینی سکینڈل کا شکار ہیں۔

جناب سپیکر! ایک طرف تو کہا جاتا ہے کہ غربت میں کمی کر دی گئی ہے۔ ہمیں غربت میں کمی وفاقی بجٹ میں بھی سنائی گئی اور ہمارے وزیر خزانہ صاحب نے یہاں بھی کہا کہ غربت میں کمی آ گئی ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ورلڈ بنک، ایشین ڈویلپمنٹ بنک اور جو پاکستان ڈویلپمنٹ انسٹیٹیوشن ہے اس کی رپورٹس کے مطابق پاکستان میں 32 سے 37 فیصد غربت کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ کون سی غربت کی بات کرتے ہیں جس میں انھوں نے کمی کر دی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ان کے حکومتی اقدامات کی وجہ سے جو متاثرین غربت کی لکیر سے اوپر آئے ہیں، ان کی یہ ایک list شائع کر دیں تاکہ ہمیں پتا چلے کہ کون سے لوگ ان حالات میں جب مہنگائی اور بے روزگاری کی یہ صورتحال ہے تو کون سے لوگ غربت کی لکیر سے اوپر آ گئے ہیں۔

جناب سپیکر! میں بالکل سمجھتی ہوں کہ کچھ لوگوں کو مہنگائی اور بے روزگاری کا بڑا اثر ہوا ہے۔ کچھ لوگوں کی غربت میں کافی اضافہ ہوا ہے جن میں ہمارا گورنر ہاؤس ہے، اس کے لئے پچھلے

سال ایک کروڑ 87 لاکھ روپیہ مختص کیا گیا تھا لیکن ان کی غربت کا یہ عالم ہے کہ ان کو اپنی غربت مٹانے کے لئے اس میں دو کروڑ 73 لاکھ روپے کا خرچہ کرنا پڑا۔ اسی طرح ایک اور غریب ہمارے پنجاب کا وزیر اعلیٰ ہے، جس کے سیکرٹریٹ پر 9 کروڑ 57 لاکھ روپے کا estimate دیا گیا تھا اور انھوں نے 20 کروڑ 8 لاکھ روپیہ خرچ کیا ہے۔ ایک طرف اندازہ لگائیں کہ ہمارے ملک میں غریب کو کھانے کے لئے روٹی نہیں ملتی اور دوسری طرف ہمارے ملک کے یہ جو غریب ہیں یہ کروڑوں روپے کا خرچہ کر کے اس ملک میں کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ ہمیشہ بجٹ گورنمنٹ کی پالیسیوں کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ بجٹ line of action متعین کرتا ہے کہ اس گورنمنٹ کا line of action کیا ہے یہ ملک میں اور اپنے صوبے میں کس طرح سے اپنی پالیسیوں کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمیشہ اس ملک کی بد قسمتی رہی ہے اور آج میں سمجھتی ہوں کہ اس ملک اور پنجاب کے عوام کی بد قسمتی ہے کہ آج بھی پرائس کنٹرول کمیٹی جس کو کہا گیا کہ وہ مہنگائی کو چیک کرے گی اور یہ قیمتوں میں استحکام لانے کی کوشش کرے گی لیکن اس کا چیئرمین خواجہ طاہر ضیاء صاحب کو بنایا گیا ہے جو (ق) لیگ کے financier ہیں اور میاں عامر محمود کے بزنس ایسوسی ایٹ ہیں اور ان کو پرائس کنٹرول کمیٹی کا چیئرمین بنایا ہوا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ افسوسناک بات یہ ہے کہ جو لوگ خود اس کرپشن میں مبتلا ہیں، جن لوگوں کے سکینڈلز ہیں اور جن کی وجہ سے آج غریب لوگ روٹی کھانے سے لاچار ہیں ان لوگوں کو اس صوبے کی مانیٹرنگ کمیٹیوں کا سربراہ بنا دیا گیا ہے۔ دوسری بات میں کہنا چاہوں گی کہ اس وقت ہمارا concentration کیا ہے کہ ہم اشیائے خورد و نوش کی قیمتوں میں اضافہ کو کنٹرول کریں۔ چینی کی قیمت میں اضافہ کر دیا گیا، چالیس سے پینتالیس روپے کا اضافہ کیا گیا اور اب اس کو صرف پانچ روپے کم کیا گیا ہے۔ یعنی اگر ایک طرف آپ دو، اڑھائی سو فیصد اضافہ کرتے ہیں اور اس میں آپ decrease کتنا کرتے ہیں یہ میں سمجھتی ہوں کہ عوام کو دھوکا دینے کی باتیں ہیں اور اس پنجاب گورنمنٹ کا یہ کریڈٹ ہے کہ یہ عوام کو دھوکا دہی میں مبتلا رکھنا چاہتی ہے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں کہنا چاہوں گی کہ اس بجٹ میں کہا گیا کہ یہ ٹیکس فری بجٹ ہے اور اس میں کوئی ٹیکس نہیں لگایا گیا۔ میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ ٹیکس جو ہے وہ ریونیو اکٹھا کرنے کا ایک source ہے اور وہ ریونیو ان لوگوں سے اکٹھا کیا جاتا ہے جو ریونیو دے سکتے ہیں، جو ٹیکس دے سکتے ہیں اور ان لوگوں سے ٹیکس اکٹھا کر کے غریبوں اور پنجاب کے مختلف لوگوں میں

تقسیم کیا جاتا ہے لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ وہ لوگ جو شوگر مافیا میں مبتلا تھے جن کا شوگر سکینڈل ہے ان کو ٹیکس سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔ کیوں ان لوگوں کی دولتوں پر ٹیکس نہیں لگایا گیا؟ میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ جو لوگ سیمنٹ کے سکینڈل میں ملوث تھے انہوں نے جتنا روپیہ کمایا ان کے روپے پر ٹیکس کیوں نہیں لگایا گیا، یہ لوگ کتنی دیر تک غریب کا خون چوستے رہیں گے؟ اب جو لینڈ مافیا ہے جس کے سربراہ ہماری کیبنٹ میں موجود ہیں یہ لوگ ناجائز آمدنی کما رہے ہیں جو غریبوں کا خون چوس رہے ہیں ان پر ٹیکس کیوں نہیں لگایا جاتا؟ اس گورنمنٹ کا مقصد غریب کو ریلیف دینا ہے نہ یہ پنجاب گورنمنٹ غریب کو کوئی سکھ کا سانس دینا چاہتی ہے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ عوام کا خون چوستے ہیں ان کو وزراء اور ایڈوائزر بنا دیا جاتا ہے اور [*******]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میں آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ شوگر مافیا میں جو لوگ ملوث ہیں، جو سیمنٹ بحران میں ملوث ہیں، جو لینڈ مافیا ہے ان کے اوپر ٹیکس لگا کر ان کی ناجائز آمدنی سے پیسا کھینچ کر غریب کی فلاح و بہبود کے لئے کیوں نہیں استعمال کیا جا سکتا؟ ایک بات جو اہم ہے وہ یہ ہے کہ ابھی میرے بعد بہت سی بہنیں تقریر کریں گی اور ڈاکٹر سامیہ امجد نے میرے سے پہلے پنجاب گورنمنٹ کی بہت زیادہ تعریف کی کہ بہت انقلابی اقدامات ہو رہے ہیں۔ میں صرف ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں کہ آج ہم خواتین اس ہاؤس میں جس عورت کی نمائندگی کرنے بیٹھی ہیں اس عورت کو آج پچھلے چار سال سے اس ہاؤس نے کیا دیا؟ کبھی سپورٹس سٹیڈیم کے نام پر ٹرخایا گیا۔ پچھلے سال grap programme کی بات کی گئی تھی۔ میں نے پچھلے سال کی بجٹ تقریر میں بھی کہا تھا کہ یہ grap programme ٹوٹل فراڈ ہے جس کو 2020 کے ویژن کے مطابق ڈیزائن کیا گیا ہے اور اگر اس grap programme کی بات کی بھی جائے تو پچھلے سال جو فنڈز grap programme کو دیئے گئے تھے وہ lapse کر گئے ہیں۔ اس گورنمنٹ نے grap programme کے اوپر ایک آنہ خرچ نہیں کیا کیونکہ یہ ان کی priority نہیں ہے۔ میں آج ٹریژری بنچز پر بیٹھی ہوئی اپنی خواتین سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا آج ہم سب خواتین کے لئے یہ افسوسناک مقام نہیں ہے کہ جس عورت کی نمائندگی کرنے ہم بیٹھے ہیں اس کے لئے 20 کروڑ روپیہ اگر میں مان بھی لوں کہ مختص کیا گیا ہے تو اس grap programme میں عورت کی پولیٹیکل empowerment بھی ہو گی، اس میں سوشل اکنامک بھی بہتر کی جائے گی، اس میں ان کی تمام

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے؟

زندگی کے حالات تبدیل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اگر میں اس 20 کروڑ روپیہ کو 4.5 کروڑ عورت پر تقسیم کروں تو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ 46 پیسے ایک مہینے کے اور پانچ روپے سالانہ ایک پنجاب کی عورت کو ملیں گے۔ میں آج ٹریژری بنچز پر بیٹھی ہوئی عورتوں سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ ہم جن کے نام پر تنخواہ لیتے ہیں، جو یہاں پر پارلیمانی سیکرٹریز اور منسٹرز بیٹھی ہیں، جو عورتوں کے نام پر یہاں نمائندگی کرنے آئی ہیں، اپنی ہزاروں کی تنخواہ کو آپ کیسے justify کریں گے جبکہ آپ پنجاب کی عورت کو پانچ روپے سالانہ دے رہے ہیں۔ کیا پانچ روپے سالانہ سے ایک عورت کے حالات زندگی بہتر کئے جا سکتے ہیں؟ اس وقت عورت کے خلاف جو کرائم ریٹ ہے وہ آپ کے سامنے ہے اور اس کے اوپر جس طرح عورت کو نظر انداز کیا گیا ہے میں آج کہنا چاہوں گی کہ ہم تمام خواتین کو اس ہاؤس میں بیٹھنے کا کوئی حق نہیں۔ اگر ہم اس عورت کی نمائندگی کا حق ادا نہیں کر سکتے تو ہمیں ان ہاؤسز میں بطور نمائشی بیٹھنے کا جو حق ہے اسے withdraw کرنا چاہئے اور ہمیں اس حق کو ادا کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں یہ کہنا چاہوں گی کہ میں نے جو بجٹ کی تمام allocations پڑھی ہیں اور تعلیم پر کہا گیا کہ اتنے ملین روپے اور بلین روپے دے دیئے، ڈویلپمنٹ فنڈز پر اتنے بلین روپے دے دیئے۔

چودھری خضر الیاس ورک: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ورک صاحب!

چودھری خضر الیاس ورک: جناب سپیکر! معزز خاتون بڑی اچھی تقریر کر رہی ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ خواتین نمائشی طور پر اسمبلی میں بیٹھی ہوئی ہیں تو میں ان کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ نمائشی طور پر اس ملک نے ان کو سر محل دے دیا اب نمائشی طور پر ان کو اور بہت سی چیزیں انگلینڈ میں مل رہی ہیں۔ یہاں جو لوگ ملک کے لئے کام کر رہے ہیں تو کچھ نہ کچھ ان کا بھی خیال کر لیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ پلیز کارروائی چلنے دیں۔ جی، محترمہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میں نے عورتوں کے بارے میں بات کی تھی پتا نہیں

میرے بھائی کو تکلیف کیوں ہوئی؟ دوسری بات یہ ہے کہ پنجاب بجٹ میں جتنا بھی ہیلتھ اور ایجوکیشن کے لئے allocate کیا گیا ہے اگر میں صرف ایجوکیشن کو لوں اور اگر میں ایجوکیشن کا آبادی کے حساب سے comparison کروں تو ایک بچے کے لئے 53.7 روپے سالانہ بنتے ہیں۔ اس 53.7 روپوں میں ڈویلپمنٹ بھی ہو گی اس میں اساتذہ کی تنخواہیں بھی جائیں گی، اس میں بچوں کے لئے جو پنجاب کے اندر 65 ہزار سے زیادہ سکول ہیں جس میں انفراسٹرکچر کی اتنی بُری حالت ہے اس کو بھی ٹھیک کیا جائے گا تو میں سمجھتی ہوں کہ ہمیں خود فریبی میں رہنے کی عادت ہو گئی ہے۔ یہ پنجاب کے حکمران خود فریبی میں بہت آگے جا چکے ہیں کیونکہ میں سمجھتی ہوں کہ ان لوگوں کی کوئی پولیٹیکل back نہیں ہے، یہ عوام کے ووٹ سے آئے ہیں، ان کو عوام کے بارے میں کسی ریلیف سے تعلق ہے اور نہ ہی انہیں اگلی دفعہ عوام کے ووٹوں سے آنا ہے۔ ان کا اسمبلیوں میں بیٹھنے کا مقصد صرف ایک فوجی جمہوریت کو دوام دینے کی کوشش ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ جس اسمبلی میں فوجیوں اور ان کی وردی کے لئے جو آج کل کہا جا رہا ہے اور اب میرا خیال ہے کہ [*********]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میں سمجھتی ہوں کہ جب تک اس ملک میں باشعور عوام زندہ ہیں۔ جو اس بجٹ میں جس قسم کی خود فریبی شامل کی گئی ہے میں آج کہنا چاہوں گی کہ اس کا خمیازہ پنجاب کے حکمرانوں کو بھی اور تمام ایسے فوجی آمروں کو بھی جو عوام کے مقدر کے ساتھ کھیل رہے ہیں، ان کو بھگتنا پڑے گا اور انشاء اللہ عوام کی عدالت ان کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ نگہت سلیم صاحبہ!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں۔ جناب کرنل سلطان سرخرو صاحب!۔۔۔ وہ بھی تشریف فرما نہیں ہیں۔ جناب کرنل (ر) محمد عباس چودھری صاحب! وہ بھی تشریف فرما نہیں ہیں۔ جناب احسان الحق نولاٹیا صاحب!

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے بروقت بولنے کا موقع دیا۔ وزیر خزانہ نے جو بجٹ پیش کیا ہے جس کا حجم 274۔ ارب روپے ہے جو کہ سابقہ بجٹ سے تقریباً 30 فیصد زائد ہے۔ اس بات کی وضاحت نہیں کی گئی کہ یہ جو 30 فیصد زائد بجٹ دے رہے ہیں کیا انہوں نے recoveries میں کوئی اچھائی پیدا

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے؟

کی ہے جس کی وجہ سے یہ بجٹ بڑھا ہے چونکہ انہوں نے کوئی نیا ٹیکس تو نہیں لگایا جبکہ ہم ان کی revenue receipts کو دیکھتے ہیں تو ان میں کسی میں دو فیصد، کسی میں چار فیصد اور کسی میں بمشکل پانچ فیصد recoveries میں بہتری دیکھی گئی ہے۔ ہم گزشتہ چار سالوں سے ایک ہی رٹ سن رہے ہیں کہ حکومت نے پنجاب کی تاریخ میں پہلی دفعہ فلاں فلاں کام کئے۔ آج میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کچھ حکومت نے پنجاب کی تاریخ میں اور بھی نئے کام کئے ہیں۔ اس حکومت سے پہلے کبھی بھی صوبائی حکومتیں غیر ملکی قرضے لینے کی اہل نہ تھیں۔ یہ کریڈٹ موجودہ حکومت کو جاتا ہے کہ انہوں نے amendment کر کے صوبوں کو یہ اجازت دی کہ وہ بھی غیر ممالک سے ڈائریکٹ قرضے لے سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! حکومت کو دوسرا کریڈٹ یہ بھی جاتا ہے کہ انہوں نے پہلی دفعہ جو capital receipts ہیں۔ جو چیزیں privatize کر کے یا اثاثے بیچ کر رقم حاصل کی جاتی ہے ،اس کے بارے میں آئین اور قانون یہ کہتا ہے کہ اس رقم کو نیا اثاثہ بنانے پر ہی خرچ کیا جا سکتا ہے، تو یہ کریڈٹ بھی اس حکومت کو جاتا ہے کہ انہوں نے ترمیم کر کے اس رقم کو بین الاقوامی قرضے ادا کرنے کی اجازت حاصل کی۔ capital receipts کے ذریعے بین الاقوامی قرضوں کی ادائیگی amendment لانے کے بعد انہوں نے فوری طور پر تمام قرضے ری شیڈول کر دیئے اور تین سال تک ہم نے کسی ملک کو کوئی اصل زر نہیں دینا بلکہ ان قرضوں پر سود ادا کرنا ہے۔ اب وہ رقم جو انہوں نے amendment کر کے سرکاری قرضوں کی ادائیگی میں لانا تھا۔ اس کو A.D.P میں شامل کر کے 53۔ارب روپے سے یکدم اسے 100۔ارب روپے تک لے گئے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ پنجاب کی ساٹھ سالہ تاریخ میں یہ تین کریڈٹ ہماری موجودہ حکومت کو جاتے ہیں کہ انہوں نے اس کو تبدیل کیا۔

جناب سپیکر! ہم اپنے بجٹ کے تیس فیصد حجم کو دکھاتے ہوئے یہ چیز بھول جاتے ہیں کہ ہم 274۔ارب روپے کا بجٹ پیش کر رہے ہیں۔ ہماری قوم تین سو ارب روپے کی مقروض ہے یہ میں پنجاب کی بات کر رہا ہوں۔ ہم نے اس سال آٹھ ارب روپے صرف اس قرض پر سود ادا کرنا ہے اور بارہ ارب روپے صرف وہ رقم ہے جو ہم نے اصل زر اس سال کے دوران ادا کرنا ہے۔ میں یہ

کہوں گا کہ بہتر بجٹ یہ نہیں کہ آپ نیا ٹیکس نہ لگائیں اور نیا ٹیکس نہ لگا کر یہ بات کریں کہ ہم نے ٹیکس فری بجٹ دیا ہے بلکہ آپ اس میں یہ بتائیں کہ ہم نے قرضوں کو کتنا کم کیا ہے۔ قرضہ لینے کے کلچر کو کتنا کم کیا ہے اور اپنے ملک کو کتنا مضبوطی کی بنیادوں پر کھڑا کرنے کی کوشش کی ہے۔ وائٹ پیپر میں ہماری حکومت نے قرضوں کی ادائیگی کے بارے میں ایک چارٹ پیش کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری قوم کے ساتھ یہ سب سے بڑا مذاق ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تین کھرب قرضے ادا کرنے ہیں۔ جس رفتار کے ساتھ یہ قرضے واپس ادا کر رہے ہیں۔ اس چارٹ کے مطابق اگر ہم یہ قرضے ادا کریں تو 2044 تک ہماری قوم قرضوں کے بوجھ سے نجات پا سکے گی۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم نے اپنے دل میں یہ طے کر لیا ہے کہ آنے والی ایک نسل تک ہم نے قرضوں سے نجات حاصل نہیں کرنا۔ ہماری اس حکومت کی یہ Vision ہے۔ جسے کبھی 2020 کا نام دے لیتے ہیں اور کبھی کوئی اور نام دے لیتے ہیں۔ یہاں پر ان قرضوں کی صورتحال جو وائٹ پیپر میں انہوں نے دی ہے وہ 180 ارب روپے بیرونی ہے اور 121 ارب روپے اندرونی ہے۔ قرضوں کی بنیاد پر بجٹ کے حجم کو بڑا کر کے اگر ہم یہ کہیں کہ ہم غریب کو کچھ دے رہے ہیں تو یہ ایک دھوکے سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔ بجٹ کے basic principles آئین اور financial rules کی بنیادی روح کے ساتھ اس سے بڑا کوئی اور مذاق نہیں ہو سکتا۔ البتہ آپ یہ کہیں کہ ہم نئے ٹیکس نہیں لگاتے تو اس میں آپ کو یہ دینا چاہئے کہ ہم recoveries کو کیسے بہتر کریں گے۔ میں آج on the floor of the House دعوے اور چیلنج کے ساتھ یہ بات کرتا ہوں اور جو پچھلے بجٹ میں بھی میں نے کی تھی کہ فنانس منسٹر کم از کم میری اس بات کا جواب اپنی wind up speech میں ضرور دیں۔ پچھلے سال انہوں نے نہیں دیا تھا لیکن اب میں توقع رکھتا ہوں کہ سینئر منسٹر اور فنانس منسٹر یہ بات ضرور کہیں گے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ رجسٹری اور سٹیمپ ڈیوٹی کی مد میں ہمارے ہاں 30 فیصد ریونیو اکٹھا ہوتا ہے اور 70 فیصد چوری کیا جاتا ہے۔ کیا تین تین کروڑ روپے کی کوٹھیاں ہمارے ہاں تین لاکھ میں رجسٹری نہیں ہوتیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ لاہور کے گردونواح میں گزشتہ دو سالوں کے دوران بکنے والی زمینیں جو چالیس پچاس ایکڑ میں پرائیویٹ لوگ بیچتے، خریدتے ہیں اور اس کی رجسٹری چھ یا سات لاکھ میں ہوتی ہے، کیا یہ حقیقت نہیں کہ جب رنگ روڈ بنا تو وہی غریب لوگ جن کی مارکیٹ میں زمین پچاس لاکھ کا ایکڑ ہے لیکن ہماری حکومت نے ظالمانہ اوسط بیج کی وجہ سے چھ یا سات لاکھ میں غریب لوگوں سے acquire کی۔ آپ کبھی بھی اس بجٹ کو اچھا بجٹ نہیں کہہ

سکتے جب تک recoveries کے خانوں میں سابق recoveries اور نئی recoveries کو برابر کھڑا کر کے آپ یہ نہیں بتاتے کہ ہم نے recoveries کو 30 فیصد، 40 فیصد یا 80 فیصد improve کیا ہے۔اب میں وہ recoveries جن کو وزیر خزانہ نے بجٹ میں پیش کیا ہے میں ان کی صرف دو تین مدات کا حوالہ دوں گا۔ لینڈ ریونیو کی مد میں انہوں نے کہا ہے کہ تقریباً 5۔ارب روپے collect کریں گے۔ گزشتہ انہوں نے 3.5۔ارب روپے estimate کئے تھے اور انہوں نے دو فیصد زائد recovery کی ہے یہ وہ ریکوری ہے جو غریب کاشتکاروں سے حاصل کی جاتی ہے۔اس کا رزلٹ بہت اچھا ہے کہ غریب سے revenue لینا بہت آسان ہوتا ہے لیکن اس کے مقابلے میں ایک صنعتکار جس نے دو اکاؤنٹ رکھے ہوئے ہیں ایک انکم ٹیکس کو ادائیگی کرنے کے لئے اور ایک مل کو چلانے کے لئے ہے۔جب کوئی صنعتکار دو ٹیکسٹائل ملیں پانچ سال چلاتا ہے تو انکم ٹیکس کی مد میں وہ خسارے میں ہوتی ہیں لیکن پانچ سال چلنے کے بعد مزید پانچ ملیں لگ چکی ہوتی ہیں۔غریب ترین بندہ ٹیکس دیتا ہے اور امیر ترین بندہ اس ٹیکس کو انجوائے کرتا ہے۔کیا یہ حقیقت نہیں کہ آج کے اے ڈی پی میں سڑکوں کی مد میں 419 سکیمیں ہیں جس میں ضلع مظفر گڑھ جو کہ پنجاب کی 6 فیصد آبادی ہے وہاں پر صرف دو سکیمیں ہیں۔جن کی ٹوٹل مالیت 28 لاکھ روپے کے قریب بنتی ہے۔کیا یہ حقیقت نہیں کہ آج بھی اپر پنجاب میں دو نئی یونیورسٹیوں کا اعلان کیا گیا ہے جو کہ 50 فیصد اپر پنجاب میں پہلے بھی پرائیویٹ اور سرکاری 28 یونیورسٹیاں چل رہی ہیں جبکہ جنوبی پنجاب میں صرف تین یونیورسٹیاں موجود ہیں۔کیا یہ حقیقت نہیں کہ آج بھی 45 میں سے 38 کالج اپر پنجاب کو اور چھ کالج جنوبی پنجاب کو دیئے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! میں اپر پنجاب کی ترقی کو دیکھ کر خدانخواستہ دل میں دکھ محسوس نہیں کرتا لیکن میں ڈرتا ہوں اس دن سے جب بلوچستان کی طرح جنوبی پنجاب کے لوگ بھی اپنے حقوق کی بات کریں۔اور میرے منہ میں خاک کہ جب مشرقی پاکستان کی طرح لوگ اپنے حقوق کی بات کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ آپ کا دیا ہوا اے ڈی پی جو یہاں پر calculations دے رہا ہے۔ میں چار سالوں میں ایک کام بتا سکتا ہوں کہ جس میں اپر پنجاب سے ہٹ کر جنوبی پنجاب کو فائدہ دیا گیا ہے۔میں اس کے لئے حکومت کا مشکور ہوں اور وہ کیا ہے کہ انہوں نے جب یہاں پر اعلان کیا کہ ہم آبیانہ کاشت پر نہیں بلکہ ملکیت پر لگائیں گے۔اپر پنجاب کی ساری زمینیں آباد ہیں، ان لوگوں کو فائدہ ہوا کہ جہاں وہ تین سو دیتے تھے اب انہیں 85 روپے دینے پڑتے ہیں لیکن جنوبی پنجاب کے اندر

تین مربعوں کا مالک 10 ایکڑ کاشت کرتا ہے اور 65 ایکڑ اس کا بنجر پڑا ہوا ہے تو 10 ایکڑ کاشت کرنے والا بندہ 75 ایکڑ کا آبیانہ دے رہا تھا۔ میں مشکور ہوں سعید اکبر خان نوانی، وارث کلو، چودھری اصغر گجر صاحبان اور قائد ایوان چودھری پرویز الٰہی کا بھی کہ جب ہم نے یہ کیس ان کے سامنے put up کیا تو انہوں نے ہمیں ریلیف دیا لیکن ذرا سوچیں کہ چار سالوں کے اندر جنوبی پنجاب کو ایک مد کے اندر ریلیف ملا ہے لیکن جب پنڈی بھٹیاں سے فیصل آباد موٹر وے بنتا ہے تو ایک سال میں مکمل ہوتا ہے، جب لاہور سے گجرات جاتا ہے تو ڈیڑھ سال میں مکمل کرنے کا پروگرام ہے اور جب فیصل آباد سے ملتان موٹر وے کی فزیبلٹی بنتی ہے تو پانچ سالوں میں مکمل نہیں ہو پاتی اور جب ملتان سے ڈی جی خان موٹر وے کی بات آتی ہے تو اسے خوابوں کے اندر رکھ دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! ترقی دیکھ کر دل کو خوشی ہوتی ہے لیکن وہ calculations جو اس میں دی ہوئی ہیں ان کے اندر علیم شاہ صاحب نے ہاؤس کے اندر کہا کہ وہ چھ سکیمیں جو ڈی جی خان کے لئے announce کی گئیں ان پر عمل نہیں ہوا۔ وہ اپوزیشن سے نہیں ہیں۔ یقین کیجئے گا کہ اس کو اپوزیشن یا حکومت کا issue مت بنائیے۔ آبادی کے اعتبار سے یہاں پر میں بات رکھتا ہوں۔ ابھی تو میں ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کی وہ تمام سکیمیں بھی آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کا مکمل چارٹ جو ہمارے وائٹ پیپر کے اندر دیا گیا ہے۔ 03-2002 کے اندر انہوں نے 48۔ارب روپے رکھا، 04-2003 میں 54۔ارب روپے، 05-2004 میں 60۔ارب روپے، 06-2005 میں 71۔ارب روپے اور موجودہ بجٹ کے اندر 91۔ارب روپے رکھا۔ اگر آبادی کے اعتبار سے دیکھیں تو مظفر گڑھ ایک بڑا ضلع اور 11 ایم پی ایز کا علاقہ ہے۔ پہلے سال اس کا حصہ 2.5۔ارب روپے بنتا ہے لیکن ایک ارب روپے دیا گیا، دوسرے سال اس کا حصہ تقریباً 2.5۔ارب روپے سے کچھ زیادہ بنتا تھا لیکن ایک ارب روپے دیا گیا، تیسرے سال اس کا حصہ تقریباً 2.75۔ارب روپے بنتا تھا تو اس کو 1.20۔ارب روپے دیا گیا۔ اسی A.D.P اور اسی وائٹ پیپر کے صفحہ نمبر 97 پر Provincial Finance Award کے principles میں صفحہ 97 پر لکھا ہوا ہے۔

> Therefor the Provincial Finance Commission reccomended the following principles for the Provincial Finance Award

اس کے اندر شق نمبر 12 دی ہوئی ہے اور یہاں کہا گیا ہے کہ Provincial Finance

Award کے تحت اضلاع کو پیسے کس طرح تقسیم کریں گے۔ یہ لکھا ہوا ہے کہ:

Development grant for Districts to be distributed on the basis of 50 percent Population and 50 percent under developed index based on MICS.

جناب سپیکر! 50 فیصد کی بات میں کروں تو میرا 3.75۔ارب روپے بنتا ہے اور اگر یہ 50 percent under developed کی بات کریں تو میرا 6۔ارب روپے بنتا ہے لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ ضلع مظفر گڑھ کو انہوں نے اس دفعہ کیا دینا ہے۔ انہوں نے 1.75۔ارب روپے دینا ہے۔ یہ بھی وعدہ ہے کیونکہ وہاں اپوزیشن کی گورنمنٹ ہے، اس کی بھی کوئی توقع نہیں کہ اکتوبر سے لے کر آج تک

Not a single penny was distributed to the District Government for development budget

یہ وہ حقائق ہیں جن کے متعلق میں امید رکھتا ہوں کہ سینئر منسٹر اور فنانس منسٹر اپنی wind up speech کے اندر ضرور جواب دیں گے کہ یہ ایسی حقیقت کیوں چل رہی ہے۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر پھر وہی بات کرتا ہوں کہ جنوبی پنجاب کا تذکرہ میں اس لئے نہیں کرتا کہ میں باقی پنجاب کی باتوں سے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہاں ترقی کیوں ہوتی ہے لیکن آبادی backwardness, under develop اور ٹیکس even returns ٹیکس returns مظفر گڑھ کا دیکھیں کہ وہ اتنی کمزور ہسٹری نہیں ہے جس کو انہوں نے Provincial Finance Commission کے اندر کوئی تذکرے کے طور پر نہیں لیا لیکن اس کی بنیاد پر بھی اگر دیکھیں تو ہمارا حصہ اس سے بہت زیادہ بنتا ہے جو انہوں نے announce کیا ہے۔

جناب سپیکر! پاکستان کے اندر سب سے آسانی کے ساتھ اور ریکوری کی percentage کے اعتبار سے ٹیکس غریب لوگ کاشتکار ادا کرتے ہیں لیکن ان لوگوں کی سہولت کے لئے ہمارے 100۔ارب روپے میں سے زراعت کے لئے صرف ایک ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ یہ A.D.P کا پیپر میرے سامنے پڑا ہوا ہے اس کے اندر وزیر خزانہ دیکھ لیں کہ انہوں نے زراعت کے لئے ایک ارب روپے 10 کروڑ روپے رکھا ہے اور صحت کے لئے 4۔ارب 30 کروڑ روپے رکھا ہے۔ زراعت جو ہمارے صوبے کی 80 فیصد آبادی کی بنیاد بنتی ہے، اس کے لئے اگر ہمارے پاس ایک

ارب روپیہ ہے تو آپ اس ایک ارب روپے کے ذریعے سے کیسے اس کو ترقی دینا چاہتے ہیں اور شرمناک بات یہ ہے کہ اس ایک ارب روپے میں سے 30 کروڑ روپیہ سرکاری ملازمین کے دفاتر، ان کی رہائش گاہیں، ان کی گاڑیاں اور مزید عمارتوں کی تعمیر کے لئے رکھے گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مظلوم ترین طبقہ ہمارے یہاں کا کاشتکار ہے اور وہی ہے جو زیادہ سے زیادہ ٹیکس دیتا ہے۔ ٹیکس ریکوری کے اندر دو طبقے ٹیکس سب سے زیادہ دیتے ہیں ایک سرکاری ملازمین اور دوسرا یہاں کا کاشتکار۔ سرکاری ملازمین کی تنخواہیں، میں چھوٹے سے چھوٹے ملازم سے لے کر اوپر تک بتانا چاہتا ہوں کہ لاہور کا ایک peon ہاؤس رینٹ 400/500 روپے لیتا ہے۔ میں وزیر خزانہ سے استدعا کرتا ہوں کہ ذرا وہ اس کی اکاموڈیشن کا تو انتظام کریں کہ وہ کس طرح سے یہاں پر زندگی گزارتا ہوگا۔

جناب سپیکر! میں ان ایجوکیٹرز کی بات کرتا ہوں جنہیں 15 سال سے کوئی مہنگائی الاؤنس یا ان کی تنخواہ میں کوئی اضافہ نہیں ہوا تو وہ کس طرح سے گزارہ کرتے ہوں گے۔ اس A.D.P کے اندر 4۔ارب روپیہ ہیلتھ کے لئے رکھا ہے تو ساڑھے آٹھ یا نو کروڑ روپیہ آبادی پر میں نے اس کو تقسیم کیا تو فی فرد سالانہ 2.5 روپے بنتے ہیں جس کے ذریعے یہ ان کو ادویات مہیا کریں گے۔

جناب سپیکر! یہ وہ بجٹ ہے جس کے بارے ہم سن رہے ہیں کہ یہ ایک غریب دوست بجٹ ہے، ٹیکس فری بجٹ ہے اور اس نے آتے ہی پورے صوبے کے اندر عوام کی اکانومی کے اندر ایک ایسا انقلاب پیدا کر دیا ہے جس سے شاید پاکستان اور پنجاب کی تاریخ کے اندر پہلی دفعہ اتنا بڑا بجٹ پیش کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں ان اشتہاروں کی بات کرتا ہوں جو گزشتہ دس دنوں سے یہاں جنوبی پنجاب کی ترقی کے لئے 7.5۔ارب روپے کے نام سے بار بار آ رہے ہیں۔ یہ ان واٹر سپلائیوں کا پیسا ہے جو ایشین ڈویلپمنٹ بنک کا پیسا ہے اور وہ میچنگ گرانٹ ہے۔ 30 فیصد عوام ادا کریں گے اور 70 فیصد گورنمنٹ کی گرانٹ جائے گی تو پھر اس پر عمل درآمد ہوگا۔ اس سے بڑا کیا مذاق ہے کہ جو لوگ روٹی سے تنگ ہوں یا جو لوگ چھوٹی سے چھوٹی سہولیات سے محروم ہوں۔ کیا کسی کو اس بات کا نہیں پتا کہ جنوبی پنجاب کے sandy areas کے اندر کچھ علاقے ایسے بھی ہیں جہاں لوگ دوپہر کو باہر نہیں نکلتے چونکہ ان کے پاس پہننے کو جوتا نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر! اب اس 7.5۔ارب روپے میں سے مجھے وزیر خزانہ یہ بتائیں کہ اتنی رقم پہلے بھی پڑی ہوئی تھی، ان کے پہلے چار بجٹس کے اندر، میں ابھی یہ دعویٰ کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ

پہلے بجٹ کے اندر 10 فیصد رقم استعمال ہوئی اور 90 فیصد واپس ہوئی۔ میں یہ ایشین ڈویلپمنٹ بنک کی بات کر رہا ہوں اور ہم نے اس پر 27 فیصد انٹرنیشنل بنک کو سود دینا ہے جو 10 سے لے کر 27 فیصد تک ہے۔اس سے بڑا جنوبی پنجاب سے اور کیا مذاق ہو سکتا ہے کہ ان کو وہ گرانٹ دی جائے جو میچنگ گرانٹ ہو جس پر عملدرآمد نہ ہو سکتا ہو اور وہ پھر واپس جائے گی اور پھر یہاں پر مجھ جیسے اور علیم شاہ جیسے کیا تحریک استحقاق دیں گے کہ کہاں گئے وہ منصوبے جو تین سال پہلے، دو سال پہلے یا ایک سال پہلے انہوں نے announce کئے تھے۔

جناب سپیکر! ایک چیز کا حوالہ دے کر میں اپنی اس بات کو wind up کروں گا کہ انہوں نے Provincial Finance Commission میں بتائی گئیں recommendations میں ایک بڑی دلچسپ بات انہوں نے کی ہے اور میں لوکل گورنمنٹ کے پیسوں کی بات کرتا ہوں کہ ہم یہ بجٹ need base پر دیں گے اور دوسرا اس کے results اس کے لئے انہوں نے ایک لفظ دیا ہے کہ ایک تو ہم need base پر دیں گے کہ کس ضلع کی کتنی need ہے اور دوسرا اس میں performance base پر دیں گے۔ performance base یہ ہے کہ کس ضلع میں کتنی اچھائی کے ساتھ کتنا پیسا صرف کیا ہے۔ایک ایسا ضلع جس میں خوش قسمتی سے حکومت مخالف ضلع ناظم بن چکا ہو اور وہاں تمام سرکاری عملہ وہ بھیج دیا جائے جس کو کہا جائے کہ ایک penny بھی آپ نے استعمال نہیں ہونے دینی اس سے بڑا اور کیا مذاق ہو سکتا ہے کہ مظفر گڑھ میں اکتوبر سے لے کر آج تک ڈویلپمنٹ کی مد میں ایک روپیہ بھی نہیں لگا تو need کی base پر بھی ہم نہیں آتے اور اس base پر بھی نہیں آتے۔

جناب سپیکر! اب میں فنانس منسٹر کو وہ تجاویز دینا چاہتا ہوں کہ کن تجاویز کی بنیاد پر آپ صوبے میں ایک ترقی یافتہ اور ایک بہتر اکانومی والا set up لا سکتے ہیں یقین کیجئے کہ آج بھی ہمارا کاشتکار جو انیس بیس گھنٹے کام کرتا ہے جو ساری رات سردیوں میں بغیر ہیٹر ملے اور گرمیوں میں AC ملے اور ان تپتے ہوئے صحراؤں میں کام کرتا ہے اگر آپ ان کو سبسڈی دیں۔انڈیا میں پانی کی طرح اور USA میں پٹرول ڈیزل کی طرح اگر ان کو سبسڈی دیں اگر ان کو facilitate کریں اور ان کے اندر یقین کی قوت کو اوپر لے کر آئیں تو یہی چراغ ہیں، یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی۔ جب تک ہمارا کاشتکار اوپر نہیں آتا لیکن کاشتکار کے بارے میں جب ہماری حکومت یہ کہتی ہے کہ کاشتکار بڑا خوشحال ہے تو مجھے وہ احمد ندیم قاسمی کی بات بڑی اچھی طرح یاد آتی ہے کہ:

تیری نظروں میں تو دیہات ہیں فردوس مگر
میں نے فردوس میں اجڑے ہوئے گھر دیکھے ہیں
تو جنہیں رستم و سہراب کہا کرتا ہے
وہ جواں میں نے یہاں خاک بسر دیکھے ہیں
میں سمجھتا ہوں مہاجن کی تجوری کے راز
میں نے لتھڑے ہوئے کیچڑ میں قمر دیکھے ہیں

جناب سپیکر! بہت بہت شکریہ

(اذان عصر)

جناب سپیکر: اب وقفہ نماز ہوتا ہے اور ہاؤس آدھ گھنٹے کے لئے adjourn کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر نماز عصر کے وقفہ کے بعد جناب سپیکر 6 بج کر 2 منٹ پر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: جی، محترمہ شہلا راٹھور صاحبہ!

محترمہ شہلا راٹھور: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں خود بھی بہت اعزاز سمجھ رہی ہوں کہ آج پنجاب اسمبلی میں چوتھا جمہوری بجٹ پیش ہوا ہے اس پر بحث کرنے کا آپ نے مجھے موقع دیا ہے اور یہ ایک بہت عرصے بعد بلکہ شاید پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ چوتھا consecutive بجٹ کسی ایک حکومت نے پیش کیا ہو۔

جناب سپیکر! اس دفعہ بھی جو پنجاب کا بجٹ آیا ہے حسب روایت گزشتہ تین بجٹ کی طرح یہ بھی ٹیکس فری ہے اس لئے اس کے کئی ایسے فیچر سامنے آتے ہیں جن کی ہم سمجھتے ہیں کہ جتنی بھی تعریف کریں کم ہے۔ کیونکہ جب پاکستان مسلم لیگ نے حکومت سنبھالی اس وقت GDP کا ratio 0.06 تھا اور یہ اس وقت کی باتیں ہیں کہ جب وزیراعظم ہاؤس میں گھوڑوں کے اصطبل کے اندر بھی ایئر کنڈیشنز لگتے تھے اور گھوڑوں کو بھی سیبوں کے مربے کھلائے جاتے تھے۔ اس وقت قوم کا کیا حال تھا وہ بھی ہم جانتے ہیں کیونکہ یہ کوئی پرانی بات نہیں ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے یہ ہماری بڑی خوش بختی ہے کہ اگر اب ہم GDP کو دیکھتے ہیں تو تقریباً 8 فیصد اس میں اضافہ ہو چکا ہے اور عوام کے معیار زندگی میں بہت بہتری آئی ہے۔ ٹیکس فری بجٹ ہونے کے علاوہ جو 100۔ ارب روپے کا ترقیاتی فنڈ اس کے لئے رکھا گیا ہے یہ بھی ایک تاریخ کا حصہ ہے اور وزیر اعلیٰ صاحب کا

رہا ہے کہ میگا پراجیکٹس زیادہ سے زیادہ launch کئے جائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ عوام emphasis مستفید ہو سکیں۔ کیونکہ ہماری حکومت کی یہ بات بڑی منفرد ہے کہ وہ عوام کی بہتری کو زیادہ مقدم رکھتی ہے بجائے کہ خواص کی بہتری کو، جو کہ گزشتہ حکومتوں میں ایک روایت چلی آ رہی تھی۔ اس لئے یہ بہت بہتر روایت ہے اور اللہ کرے کہ آئندہ آنے والے وقتوں میں بھی یہ سلسلہ جاری رہے۔
جہاں ایجوکیشن اور ہیلتھ سیکٹر ریفارم کی بات ہوتی ہے یا اس طرح کے دیگر میگا پراجیکٹس کی بات ہوتی ہے تو مجھے سب سے اچھی بات جو اس بجٹ میں بھی mention ہوئی اور اس کے حوالے سے ہم خود بھی مشاہدہ کرتے ہیں کہ اتنا خطیر ترقیاتی بجٹ رکھنے کے ساتھ ساتھ چیک اینڈ بیلنس کا بہت اچھا سسٹم وضع کیا گیا ہے اور ان تمام میگا پراجیکٹس کے لئے بھی مانیٹرنگ کا باقاعدہ سسٹم ہے کہ جس میں جمع اور خرچ کے اعداد و شمار اور کس معیار کے یہ پراجیکٹس بنائے جا رہے ہیں؟ معیار پر کوئی compromise نہیں ہے۔ حکومت اس پر اتنا خرچ کر رہی ہے تاکہ بہترین سہولت سامنے آ سکے۔
اس حوالے سے میں حکومت پنجاب اور خصوصی طور پر وزیر اعلیٰ صاحب کو مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے بہترین مانیٹرنگ کا سسٹم بھی وضع کر رکھا ہے۔ پراسیکیوشن کا ایک نیا ڈیپارٹمنٹ جو معرض وجود میں آیا ہے یقیناً وہ Access to Justice پروگرام کے تحت سامنے آ رہا ہے اور اس سے یقیناً عوام کو بہتر انصاف کی سہولیات میسر آئیں گی اور جیسا کہ خواتین کے لئے علیحدہ عدالتوں کا قیام ابھی ہمارے لئے خواب ہے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ پراسیکیوشن کا محکمہ علیحدہ کر دینے سے انصاف کی فراہمی میں بہت بہتری آ سکتی ہے۔ کورٹ فیس اور سٹیمپ ڈیوٹی میں جو کمی کی گئی ہے یہ بھی ایک بہت خوش آئند بات ہے۔ سیالکوٹ چونکہ میرا اپنا ضلع ہے اور یہ کم از کم ہمارے علاقے کے عوام کے لئے بہت ہی بڑی خوشخبری ہے کہ ایک خطیر رقم سے موٹروے بنائی جا رہی ہے اور اس سے بہتر سہولیات میسر آئیں گی۔ (نعرہ ہائے تحسین)
جناب سپیکر! اس کے علاوہ 22 نئے ہسپتال اور ایک جدید کینسر ہسپتال کا قیام بھی صحت کی بہتر سہولیات فراہم کرنے کے لئے ایک اچھی پیشرفت ہے۔ اس کے علاوہ دو انجینئرنگ یونیورسٹیوں کا قیام اس بات کا مظہر ہے کہ جن میں سے ایک یونیورسٹی ریسرچ کے لئے استعمال ہو گی اور اس میں بہتر طور پر ریسرچ کے شعبے کو پرموٹ کیا جائے گا۔
جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب نے جو بجٹ پیش کیا ہے میں ان کی خدمت میں کچھ گزارشات بھی پیش کرنا چاہوں گی۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے صحت افزاء تجاویز کو ہمیشہ welcome کہا

ہے اور وہ اس بات کو ہمیشہ خیر مقدم کرتے ہیں کہ بہتر تجاویز اس بحث کے دوران آئیں بجائے اس کے کہ مخالفت برائے مخالفت یا تعریف برائے تعریف ہو۔اس روایت سے ہٹ کر ہمیں یہ بات ضرور کرنی چاہئے۔پولیس کے محکمے کے لئے یقیناً 20۔ارب روپیہ رکھا گیا ہے جس میں پٹرولنگ پوسٹیں اور پانچ ہزار نئی بھرتیاں بھی ہیں یقیناً اس کا مقصد یہی ہے کہ عوام کو تحفظ کی سہولیات بہتر طور پر دی جا سکیں۔لیکن جب ہم اس کا comparison زراعت سے کرتے ہیں تو اس کے لئے ایک ارب روپے اور کچھ کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ زراعت کی حد تک یہ رقم بہت ہی ناکافی ہے۔زراعت کا شعبہ ایک ایسا اہم شعبہ ہے اور پنجاب کے نقطہ نظر سے میں نہیں سمجھتی کہ زراعت سے اہم کوئی اور محکمہ ہے۔کیونکہ پاکستان کی معیشت میں نہ صرف پنجاب کی زراعت بلکہ پورے پاکستان کی زراعت ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔اس حوالے سے میں یہ عرض کروں گی کہ اگر 20۔ارب روپیہ پولیس کی ریفارمز کے لئے رکھا گیا ہے، اگر اسی کو کٹ کر کے 10۔ارب روپیہ بھی زراعت کے لئے رکھا جاتا تو وہ بھی کم تھا اور اس سے وہ انقلاب آ سکتا تھا جو میں سمجھتی ہوں کہ 15 فیصد اضافہ اگر ہم سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں کر بھی رہے ہیں تو اس کی ضرورت نہ پیش آتی۔یہ 10۔ارب روپیہ اگر ہم سرکاری ملازمین کی تنخواہوں کے لئے رکھ رہے ہیں اور اگر یہی زراعت کے شعبے پر مزید رقم رکھی جاتی جس کے لئے کسانوں کو بیج، سبسڈی دی جاتی یا انہیں کھاد میں subsidize کیا جاتا اور پنجاب حکومت بھی اپنی طرف سے کسانوں کو سبسڈی دیتی تو میں سمجھتی ہوں کہ اس سے بہتر انقلاب برپا ہو سکتا تھا۔اس کے علاوہ میں زراعت کے حوالے سے یہ ضرور کہوں گی کہ فارمرز فاؤنڈیشن کا قیام عمل میں آنا چاہئے، آج ہم پنجاب اسمبلی میں بیٹھ کر کسان کی بات تو کرتے ہیں لیکن اس سے ہٹ کر کوئی ایسا بہتر فورم نہیں ہے جہاں پر کسان کی بہتری کے لئے کوئی بات ہو سکے یا کوئی issues سامنے لا سکیں۔اس لئے کسان فاؤنڈیشن کا قیام بہت ضروری ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ اس کو مضبوط طریقے سے سامنے آنا چاہئے۔اس کے علاوہ corporate farming کا بھی ضرور ایک trend promote کیا جانا چاہئے کیونکہ اگر farming کے اندر corporate کو مضبوط کیا جائے گا تو میں سمجھتی ہوں کہ اس سے زراعت مستحکم ہو گی اور دوسرے لفظوں میں اس کا یہی مطلب ہے کہ پاکستان مضبوط ہو گا اور پنجاب مضبوط ہو گا۔اس کے علاوہ میں زراعت کے حوالے سے یہ ایک suggestion ضرور دوں گی کہ ہمیں ایک slogan کے اوپر سوچنا چاہئے۔ہو سکتا ہے کہ حکومتوں کے لئے پیسا بنانا یقیناً آسان

ہو لیکن پیسے کو کیسے بہتر طور پر خرچ کرنا ہے اس کے لئے بہت بہتر planning کی ضرورت ہے۔اب ہم اگر اپنا بیشتر زر مبادلہ باہر کے ممالک سے اشیائے خورد و نوش خریدنے کے لئے ضائع کریں، بہتر ہے کہ ہم اپنے صوبے اور اپنے ملک کے اندر پیداوار میں اضافہ کریں اور میں سمجھتی ہوں کہ اس کے لئے ایک slogan ضرور ہونا چاہئے کہ ہم وہ کھائیں گے جو خود اگائیں گے، بجائے اس کے کہ ہم کسی چیز کی کمی محسوس کرتے ہیں تو ہم کبھی انڈیا سے منگواتے ہیں اور یہ کتنی شرم کی بات ہوتی ہے کہ جب ہم کہتے ہیں کہ بکرے بھی انڈیا سے آئیں اور ہم وہ کھائیں۔ میں اس حوالے سے سمجھتی ہوں کہ اگر لائیو سٹاک کے لئے رقم رکھی جاتی ہے یا کسی بھی مد میں اور باغوں کے لئے سبسڈی دی جاتی ہے تو یہ ایسی کوئی بڑی چیزیں نہیں ہیں۔ اگر ہم ایٹم بم بنا سکتے ہیں تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ تو بالکل ایک چھوٹی سطح کی چیزیں ہیں کہ جن کو ہم خود بھی ملک کے اندر پیدا کر سکتے ہیں۔ میں اپنی اس debate میں ایک چھوٹی سی بات مزید add کرنا چاہوں گی کہ 20 کروڑ روپیہ خواتین کی development کے حوالے Grap میں دیا جا رہا ہے اس کے بارے میں میں خاص طور پر کہوں گی کہ میری بہن عظمیٰ بخاری نے جو ذکر کیا کہ خواتین کے لئے 20 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے میں سمجھتی ہوں کہ یہ بہت ہی خام خیالی کی بات ہے اگر 100۔ارب روپے کا ترقیاتی فنڈ مختص کیا گیا ہے تو وہ specify نہیں کیا گیا کہ یہ 100۔ارب روپیہ مردوں کی بہتری کے لئے رکھا گیا ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! ابھی محترمہ نے اپنی تقریر کے دوران specifically میرا نام لے کر ذکر کیا کہ میں نے جو 20 کروڑ روپے کے فنڈ کی بات کی ہے تو ترقیاتی فنڈز کو کبھی عورتوں کے لئے specifically نہیں سمجھا جاتا۔ بات یہ ہے کہ اس وقت عورتوں کا مسئلہ سڑکیں، گلیاں، نالیاں نہیں ہے۔اس وقت پنجاب کی عورت کا جو مسئلہ ہے میرا خیال ہے کہ شاید میری بہن اس سے واقف نہیں ہیں اور انہیں پتا نہیں ہے کہ اس وقت پنجاب کی عورت کے مسائل کیا ہیں؟

جناب سپیکر: جی، شکریہ

محترمہ شہلا راٹھور: جناب سپیکر! میں یہ ضرور سمجھتی ہوں کہ عورت کا مسئلہ education ضرور ہے، عورت کا مسئلہ health ضرور ہے، اگر education sector reforms میں اور health میں بہتری لائی جارہی ہے تو کیا وہ عورت کا مسئلہ نہیں ہے؟ تو میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ خطیر رقوم جو education and health میں رکھی گئی ہیں یہ تمام عورتوں کے لئے ہیں۔ عورت کا کبھی کوئی ذاتی مسئلہ نہیں ہوا، وہ ہمیشہ یہ چاہتی ہے کہ اس کے خاندان کے لئے بہتری ہو اور اس کے معاشرے کے لئے بہتری ہو۔ 20 کروڑ روپیہ اگر مختص کیا گیا ہے تو وہ gender reform action programme ہے اس لحاظ سے میں سمجھتی ہوں کہ اگر عورتوں کو فنڈ ملا ہے تو اس کو ایک اضافی فنڈ ضرور کہہ سکتے ہیں لیکن اس کو اس طرح specify نہ کریں کہ اس 20 کروڑ روپیہ کے علاوہ جو فنڈز ہیں ان سے عورتوں کے لئے بہتری نہیں ہو سکتی۔ میرا خیال ہے کہ اس حوالے سے مرد ضرور اعتراض اٹھا سکتے ہیں کہ عورتوں کو تو 20 کروڑ روپیہ دے دیا، مردوں کو تو ایک روپیہ نہیں دیا۔ بہر حال میں آپ کے حوالے سے ایک بات کرنا چاہتی ہوں اور حکومت بھی اس بات کو بہتر طور پر جانتی ہے کہ محکمہ سماجی بہبود women development سے بالکل الگ محکمہ ہے اور گزشتہ تین سالوں میں اور یہ چوتھا بجٹ دیکھ کر بھی کم از کم مجھے ذاتی طور پر یہ مایوسی ہوئی ہے کہ سماجی بہبود کے لئے ایک پیسا بھی نہیں رکھا گیا، نہ گزشتہ budgets میں رکھا گیا تھا۔ آپ Grap کو 20 کروڑ روپیہ دے دیتے ہیں کہ سماجی بہبود کے لئے ہے حالانکہ وہ Women Development کا پروگرام ہے، سماجی بہبود کا نہیں ہے یا کبھی آپ Child Protection Bureau کے نام پر پیسا دے دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سماجی بہبود کا پیسا ہے۔ نہ Child Protection Bureau سماجی بہبود کا ہے اور نہ Grap سماجی بہبود کا محکمہ ہے۔ یقیناً حکومت کا over all programme سماجی بہبود ہے---

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! Child Protection Bureau بھی اگر سماجی بہبود نہیں ہے، عورتوں کے بارے میں کام کرنا بھی اگر سماجی بہبود نہیں ہے اور ابھی یہ فرما رہی ہیں کہ مردوں کو کچھ نہیں ملا، میرا خیال ہے کہ محترمہ آج اپنے point کے اوپر شاید clear نہیں ہیں یعنی آپ نے اقلیتوں کے ساتھ عورتوں کے فنڈز رکھے ہیں جو میں نے Grap Programme کی ہی

بات کی تھی جس کے لئے20کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے اور میرا خیال ہے کہ Grap Programme محترمہ کےknowledgeمیں نہیں ہے کہ اس میں انقلابی اقدامات ہوں گے جن سے عورتوں کی زندگی میںchangeآنا ہے۔ اس میں socially, economically, politicallyبھی ہر طرح کے انقلابی پروگرام ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

محترمہ شہلا راٹھور: جناب سپیکر! میں ہاؤس کیinformationکے لئے بتاتی چلوں کہ سماجی بہبود کے زیر اثرparticularlyبہت سارے ایسےsegmentsچل رہے ہیں کہ جس میں mentally retarded Children، بے گھر افراد، بے گھر بچے اور اس کے علاوہ بیوہ عورتیں، یہ ایسےprojectsہیں جو سماجی بہبود کے محکمے کے ساتھattachہیں۔otherwiseتو میں سمجھتی ہوں کہ حکومت کا پورا ایجنڈا ہی سماجی بہبود ہے لیکن میں محکمے کی حد تک بات کروں گی تو میں یہ ضرور کہوں گی کہ سماجی بہبود کو محکمے کے حوالے سے ہمیشہ نظر انداز کیا گیا ہے جو کہ میں سمجھتی ہوں کہ یہ محکمے کے ساتھ زیادتی ہے۔ محکمے کو کسی وزیر کی ضرورت ہے اور نہ کسی مشیر کی ضرورت ہے، اس کو ترقیاتی کاموں کے لئے فنڈز کی ضرورت ہے، اس کو ذرائع اور وسائل کی ضرورت ہے۔ میں آپ کے توسط سے وزیر خزانہ سے ضرورrequestکروں گی کہ براہ مہربانی محکمہ سماجی بہبود کے لئے کوئی بہترprojectsکے لئے فنڈز ضرور مختص کئے جائیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: جناب حسن مرتضیٰ صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ جناب ملک اصغر علی قیصر صاحب!۔۔۔ وہ بھی تشریف فرما نہیں ہیں۔ محترمہ طاہرہ منیر صاحبہ!

محترمہ طاہرہ منیر: جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے بجٹ پر بات کرنے کا موقع دیا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! بجٹ خوبصورت الفاظ کا گورکھ دھندا ہے۔ غریب غریب تر ہو جائیں گے۔ پنجاب کا سب سے بڑا مسئلہ مہنگائی ہے۔ گزشتہ پانچ سالوں میں پٹرول اور ڈیزل کی قیمت میں46مرتبہ اضافہ ہوا ہے۔ بجلی کے نرخ چار مرتبہ بڑھائے گئے ہیں۔ پنجاب میں ایک تہائی سے زیادہ لوگ غربت کی لکیر کے نیچے زندگی گزار رہے ہیں اور یہ لوگ وہ ہیں جن کی روزانہ آمدنی ایک ڈالر یعنی -/60روپے ہے کیا وہ لوگ آٹا سولہ روپے کلو دالیں -/70تا -/80روپے، چھوٹا گوشت -/250روپے اور بڑا گوشت -/150روپے خریدنے کی سکت نہیں رکھتے ہیں۔ اس مہنگائی کا علاج تو یہ تھا کہ پیداوار میں اضافہ کیا جاتا لیکن اس کے لئے زراعت پر زیادہ خرچ کرنے کی

ضرورت تھی۔ 2.5-ارب روپے جو زراعت کے لئے رکھے گئے ہیں کل بجٹ کا بمشکل ایک فیصد بنتا ہے۔ سب سے زیادہ بجٹ پولیس کو دیا گیا ہے اور سب سے کم زراعت کے لئے رکھا گیا ہے۔ جناب یہاں کی زیادہ آبادی زراعت سے منسلک ہے۔ Cost of production کم کرنے پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ بجلی کے ریٹ کسانوں کے لئے نصف کر دیئے جاتے تو کسان کو خاطر خواہ فائدہ ہو جاتا۔ کسان کو بیج مافیا کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ امریکہ میں ان لوگوں کو شاباش دی گئی اس لئے کہ انھوں نے سب سے مہنگا بیج پاکستان میں فروخت کیا تھا۔ زراعت ریسرچ کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی گندم کی مثال لے لیں۔ انقلاب 91 کے بعد کوئی نئی قسم متعارف نہیں کروائی گئی۔ اب یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ قسم کاشت نہ کریں۔ فیصل آباد زرعی یونیورسٹی میں تحقیق کے شعبے کو ترقی دی جانی چاہئے یعنی اس کے لئے زیادہ فنڈ رکھے جاتے۔ ملتان، ڈی جی خان اور بہاولپور میں نئے زرعی کالج کے لئے فنڈ مختص کر دیئے جاتے تو زراعت بہت ترقی کرتی۔ Pesticides کے لئے حکومت کو ایسے اقدامات کرنے ہوں گے کہ ملک میں کارخانے لگیں اور کسانوں کو سہولت ہو ابھی تمام pesticides باہر سے آ رہے ہیں۔ یہاں جو فیکٹریاں ڈیل کر رہی ہیں وہ filling plants ہیں۔ Pesticides تیار نہیں کرتیں اس طرح ملک کا سرمایہ باہر جا رہا ہے۔

ہیلتھ کا بجٹ پہلے سے بڑھایا گیا ہے یہ خوش آئند ہے لیکن اس کو تین گنا کیا جانا چاہئے تھا۔ شوکت خانم کینسر ہسپتال کا بجٹ 1.4 بلین روپے ہے یعنی ایک ہسپتال اور یہاں پنجاب کے آٹھ کروڑ عوام کے لئے صرف 6-ارب روپے کا بجٹ ہے۔ 3-ارب روپے گاڑیوں کی خریداری کے لئے اور ہیلتھ کے لئے صرف 6-ارب روپے ہے۔ ہیلتھ ورکرز خواتین جو میٹرک کے بعد چند ماہ کی ٹریننگ کر کے وہاں دیہاتوں میں کام کر رہی ہیں۔ ٹی وی اشتہارات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صحت میں کوئی انقلاب لے آئیں گی۔ یہ تو مستقبل ہی بتائے گا کہ اندھا دھند فیملی پلاننگ کی دوائیاں کھلانے سے کل کو کتنی خواتین کو کس قسم کی بیماریاں لاحق ہو جائیں گی۔ اس کے لئے یونین کونسل کی سطح پر ایک لیڈی ڈاکٹر بھی تعینات کرنی چاہئے۔ بے شک وہ روزانہ نہیں تو ماہانہ وہاں کا چکر لگائیں۔ دوائیوں کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں، خیال تھا کہ اس سلسلے میں کچھ کیا جائے گا لیکن اس میں کچھ بھی نہیں کیا گیا۔ پاکستان میں دوائیاں دوسرے ممالک کی نسبت بہت مہنگی فروخت کی جا رہی ہیں۔

جناب سپیکر! تعلیم کے شعبے کا بجٹ بھی کم رکھا گیا ہے۔ ہزاروں سکول اور کالج ایسے ہیں

جہاں اساتذہ کی کمی ہے۔اعلیٰ تعلیم یافتہ لاکھوں افراد ہاتھ میں ڈگریاں لئے پھر رہے ہیں اور وہ اساتذہ جو کنٹریکٹ پر بھرتی کئے گئے تھے۔اگر ان کو مستقل کر دیا جاتا تو یہ بہت بہتر ہوتا لیکن بجٹ اس کی اجازت دے گا تو پھر ایسا ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر!کشکول توڑنے کی باتیں کی جارہی ہیں لیکن اب غیر ملکی قرضے 12.5۔ارب روپے ڈالر ہیں۔ہمارے بجٹ کا 46 فیصد قرضوں اور سود کی مد میں چلا جاتا ہے۔بیرونی قرضے 36.4 بلین روپے ڈالر سے بڑھ کر 38.1 بلین روپے ڈالر ہو چکے ہیں۔جنوبی کوریا میں بارہ سٹیل ملیں ہیں اور ہم سے ایک بھی نہیں سنبھالی جارہی۔ہمارے قرضے بڑھ رہے ہیں اور اثاثے کم ہو رہے ہیں۔ بیچو اور اڑاؤ والی پالیسی چل رہی ہے۔قوم کل کو پوچھے گی کہ 350۔ارب روپے ڈالر جو نجکاری سے حاصل ہوئے ہیں ان کو کہاں خرچ کیا گیا ہے۔جنرل مشرف صاحب حکومت اور ان کی اقتصادی ٹیم نے جو پالیسیاں بنائی ہیں ان میں طاقت ور گروہوں اور طبقوں کو مراعات دی گئی ہیں جو کہ ملک کی آبادی کے 10 فیصد لوگ ہیں اور باقی 90 فیصدی عوام پر بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔اسی وجہ سے غربت اور بے روزگاری بڑھی ہے۔جب حکومت خود ایک لٹر پٹرول پر -/25 روپے ٹیکس وصول کرے گی تو افراط زر اور مہنگائی کہاں سے کم ہو گی۔سٹیٹ بنک کی رپورٹیں حکومتی دعوؤں کی تردید کر رہی ہیں۔ 1999 میں افراز ر 6.2 فیصد تھا اور اب یہ بڑھ کر 8 فیصد ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر!تجارتی خسارہ 1.5۔ارب روپے ڈالر تھا پچھلے سال 6.2۔ارب روپے ڈالر تھا جو پاکستان کی تاریخ کا سب سے زیادہ خسارہ تھا۔اس سال 10۔ارب روپے ڈالر تک پہنچ رہا ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ غیر ترقیاتی اور انتظامی مصارف پر کم از کم 30 فیصد کٹ لگایا جائے۔

جناب سپیکر!جس طرح مرکز میں بھی وزارتیں ہیں اور صوبے میں بھی وزارتیں ہیں۔ ان کو بھی کم کیا جا سکتا ہے اسی طرح ہمارے پنجاب میں ایک وزارت کے تحت تین تین وزیر کام کر رہے ہیں۔اس خرچ کو بھی کم کیا جا سکتا ہے۔اسی طرح سادہ طرز زندگی اپنا کر وزیر اعلیٰ اور گورنر ہاؤس میں بھی سادگی کو رواج دیا جا سکتا ہے۔جتنی رقم گزشتہ سات سالوں میں حکومت نے وزیر اعلیٰ ہاؤس اور گورنر ہاؤس پر خرچ کی ہے۔اتنی پاکستان بننے سے لے کر آج تک کسی اور حکومت نے خرچ نہیں کی۔اس کا پھل عوام کو آسمان سے باتیں کرتی مہنگائی کی شکل میں ملا ہے۔

جناب سپیکر!تنخواہوں میں اضافہ اچھی بات ہے لیکن صرف 15 فیصد اضافہ ہوا ہے اور مہنگائی سو فیصد بڑھی ہے۔اس سے تو بہت بہتر تھا کہ افراط زر میں کمی کی جاتی،جب تک افراط زر میں

کمی نہیں آتی اس وقت تک تنخواہیں بڑھانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ایک تجویز یہ ہے کہ زکوٰۃ کے دس یا 12۔ارب روپے سالانہ تقسیم کرنے کی بجائے سرمایہ کاری کر کے غریبوں کو مستقل روزگار دیا جاسکتا ہے اور خاص طور پر عورتوں کی فلاح و بہبود کے لئے یہ کام بہت فائدہ مند ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر!سب سے زیادہ بجٹ لاء اینڈ آرڈر کے لئے رکھا گیا ہے اور اس کی حالت سب سے زیادہ خراب ہے۔آپ دیکھیں کہ لاہور میں دن دہاڑے چوریاں ہو رہی ہیں اور ڈاکے ڈالے جا رہے ہیں۔آج کل لاہور میں تیس سے چالیس ڈاکے پڑ رہے ہیں اور عورتوں کے زیور سر راہ چلتے ہوئے اتروائے جارہے ہیں اور پرس چھینے جارہے ہیں۔خود میرا پرس بھی اسی طرح چھینا گیا ہے۔ لاء اینڈ آرڈر کی یہ حالت ہے کہ اس پر جتنا خرچ کرتے جارہے ہیں لیکن بہتری نہیں ہے۔

جناب سپیکر!ریسکیو کا کام حکومت نے بہت اچھا کیا ہے۔میں اس کی تعریف کرتی ہوں کہ یہ نہایت اچھا کام ہوا ہے لیکن اس شعبے پر بہت زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ان کی صرف تنخواہیں بڑھانے سے کام نہیں بنے گا ان کے لئے کوئی پالیسی بنانی چاہئے کہ یہ اس طرح کام کریں کہ لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال بہتر ہو جائے۔شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔اب اپوزیشن کی طرف سے میرے پاس کوئی نام نہیں ہے۔اگر کوئی معزز رکن یا کوئی محترمہ بجٹ پر بات کرنا چاہتی ہیں تو وہ کر سکتی ہیں۔محترمہ روبینہ سلہری صاحبہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹیوٹا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر!آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔میں سب سے پہلے پنجاب کی مسلم لیگی حکومت کو اپنا چوتھا بجٹ پیش کرنے پر اور کامیابی کا چوتھا سال گزارنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں اور یہ مسلسل ہمارا چوتھا بجٹ ہمارے سیاسی استحکام کی روشن دلیل ہے۔

جناب سپیکر!ہم صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کے بھی مشکور ہیں کہ جن کی دوراندیش قیادت اور وزیراعظم شوکت عزیز کی جان فشاں محنت کی وجہ سے آج اقتصادی استحکام اور ترقی کی نئی فضا قائم ہوئی ہے۔اس کے ساتھ ہی میں وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالٰہی، وزیر خزانہ جناب حسنین دریشک اور پوری کابینہ کو ایک بھرپور فاضل، غریب عوام دوست بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔

جناب سپیکر!ہماری پنجاب حکومت کا ویژن 2020 جس میں پنجاب حکومت نے امید ظاہر کی تھی کہ صوبہ پنجاب مکمل طور پر خواندہ، معاشی طور پر خوشحال، سماجی طور پر مضبوط اور ثقافتی

طور پر ایک مہذب معاشرہ بن کر ابھرے گا۔ میں آج فخر کے ساتھ کہہ رہی ہوں کہ ہماری یہ امید کامیابی سے اپنی منازل طے کرتے ہوئے ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

جناب سپیکر! جیسا کہ ہمارا پچھلے تین سال کا بجٹ اور آج چوتھا بجٹ واضح طور پر یہ ثابت کر رہا ہے کہ ہماری پنجاب حکومت کی ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ اس کا کسان معاشی ترقی کرے اور پست حالی سے باہر نکلے۔ اس کے لئے مسلسل تین سالوں سے اور اس بجٹ میں بھی کسانوں کو جو ریلیف دیا گیا ہے وہ آج سے پہلے کسی حکومت کے دور میں دیکھنے کو نہ ملا۔ ساڑھے بارہ ایکڑ زرعی اراضی پر زرعی ٹیکس کی چھوٹ، پانچ مرلہ کے مکان پر پراپرٹی ٹیکس پر چھوٹ اور غیر مالک مستحق کاشتکاروں میں زرعی اراضی کی مالکانہ تقسیم، زرعی اجناس کی قیمت خرید میں مسلسل اضافہ اور زرعی قرضوں کے مارک اپ میں کمی سے اور قرضہ جات کی آسان فراہمی کے جو اقدامات حکومت نے کئے ہیں۔ اس سے ہمارا کسان نہ صرف پست حالی سے باہر نکلا ہے بلکہ اسے مالی اور اقتصادی خوشحالی بھی نصیب ہوئی ہے۔ آج یہی وجہ ہے کہ ہمارا ہر کسان دعا گو ہے اور آئندہ بھی اس کی یہی خواہش ہے کہ یہی حکومت برسر اقتدار آئے۔

جناب سپیکر! اس کامیابی کے لئے میں وزیر زراعت، وزیر خزانہ اور وزیر اعلیٰ کو مبارکباد دیتی ہوں کہ جنھوں نے کسانوں کی فلاح و بہبود کے لئے بھرپور کام کئے۔ ہمارے پنجاب میں ایجوکیشن کا فقدان تھا، شرح خواندگی بہت کم تھی لیکن ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب اور حکومت پنجاب کے خواب "پڑھا لکھا پنجاب" میں شرح خواندگی کو بڑھانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا اور اس کے لئے وزیر تعلیم کی کوششوں کو بھی میں سراہوں گی جن کی مسلسل کوششوں کی وجہ سے یہ خواب تکمیل تک پہنچا۔ آج ہمارے پنجاب کا ہر بچہ اور بچی تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو رہے ہیں۔ ہماری حکومت پنجاب نے میٹرک تک تعلیم مفت کر کے غریب عوام کے بچوں کے لئے تعلیم کو آسان کر دیا ہے اور ان کے والدین پر بچوں کا مالی بوجھ کم کیا ہے۔ ان اقدامات کی وجہ سے آج ہر سرکاری پرائمری سکولوں میں 18 لاکھ طلباء و طالبات کا ریکارڈ اضافہ ہوا ہے۔ ملک میں بڑھتے ہوئے سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی تعداد نے طلباء و طالبات کو تعلیم کے حصول میں آسانی دی ہے۔ اس لحاظ سے میں اس بجٹ کو ایجوکیشن کا بجٹ کہوں گی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اگر ہم ایجوکیشن کے ساتھ ساتھ صحت کو بھی دیکھیں تو اس میں بھی پنجاب حکومت نے بہت اہم اقدامات کئے ہیں اس لحاظ سے اگر ہم اس بجٹ کو صحت کا بجٹ کہیں تو یہ بالکل صحیح

ہو گا۔وزیر اعلیٰ پنجاب کی ٹیم اور وزیر صحت کی دن رات کوششوں کی وجہ سے آج صحت کی سہولیات ہر آدمی تک پہنچی ہیں اور وہ لوگ جو بیماریوں کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتے تھے اور میں نے خود دیکھا ہے کہ کئی غریب گھرانوں میں جب کوئی موذی مرض لاحق ہو جاتی ہے تو لوگ اس کے علاج کے لئے اپنے گھر تک بیچ دیتے تھے لیکن آج آپ دیکھیں کہ ہر ہسپتال میں ایمرجنسی فری ہے، تمام موذی امراض کا علاج کافی حد تک فری ہے یا سستا کر دیا گیا ہے۔ پنجاب حکومت نے کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹس قائم کئے ہیں اور اب کینسر جیسے موذی مرض کے علاج کے لئے ہسپتال بنایا جا رہا ہے اس کی وجہ سے ایک غریب اور عام انسان کو بہت ریلیف ملا ہے اور ان کے اوپر ادویات اور علاج کا بوجھ کم ہوا ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے پنجاب حکومت اور خاص طور پر وزیر خزانہ کی توجہ دلانا چاہوں گی اور میری یہ خواہش ہو گی کہ وہ میری اس تجویز کو اپنے ضمنی بجٹ میں ضرور شامل کریں۔ جس طرح سے ہم نے موذی امراض کے علاج کو سستا کیا، کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹس قائم کئے، ایمبولینس کے نظام کو فری کیا، ریسکیو ایمبولینس سروس مہیا کی اور کینسر ہسپتال قائم کیا اسی طرح میں یہ چاہتی ہوں کہ لاہور جنرل ہسپتال میں انسٹیٹیوٹ آف نیورو سائنسز بھی قائم کیا جائے۔(نعرہ ہائے تحسین)

میری وزیر خزانہ سے دوبارہ درخواست ہے کہ اگر وہ میری اس تجویز کو نوٹ کر لیں اور اپنے ضمنی بجٹ میں اس کو ضرور شامل کریں تو میں اور اس پنجاب کے عوام ان کے بڑے مشکور ہوں گے۔ ملک میں بڑھتے ہوئے حادثات کی وجہ سے جب سڑکوں پر کوئی حادثہ ہو جاتا ہے یا کوئی بچہ چھت سے گر جاتا ہے اور اس کو ہیڈ انجری ہوتی ہے تو اس کے علاج کے لئے ہمارے پورے پنجاب میں کہیں بھی کوئی ایسا یونٹ قائم نہیں ہے جہاں پر ان کا صحیح اور بروقت علاج ہو سکے۔ ایک تو brain کو ویسے ہی سائنس ابھی تک 20 فیصد سمجھ سکی ہے اور 80 فیصد ابھی تک اس پر ریسرچ ہی نہیں ہوئی۔ یہ ایک ایسا مرض ہے جس میں تقریباً 90 فیصد اموات ہو جاتی ہیں اور 10 فیصد لوگوں کو دوبارہ زندگی ملتی ہے۔اس لئے میری خواہش ہے کہ انسٹی ٹیوٹ آف نیورو سائنسز کا قیام بہت ضروری ہے اس کا قیام عمل میں لایا جائے تاکہ ہیڈ انجری سے متاثرہ لوگوں کو بروقت طبی امداد مل سکے اور ان کا صحیح علاج ہو سکے۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ جس طرح ہماری حکومت مختلف شعبہ جات میں کام کر

رہی ہے جیسے ایجوکیشن اور صحت کا سیکٹر ہے اسی طرح سے ہماری حکومت کی یہ خواہش ہے کہ وہ دن رات اپنی عوام کی خدمت کرے اور وہ اس کے لئے دن رات محنت کر بھی رہی ہے۔ ماضی میں نکاسی آب کا شعبہ ہمیشہ عدم توجہ کا شکار رہا اور اسی وجہ سے آج ہمارے جو پرانے تاریخی شہر ہیں وہاں پر جو پائپ لائینیں بچھی ہوئی ہیں ان کی حالت اتنی خستہ ہو چکی ہے کہ آج وہاں کے لوگوں کو گیسٹرو جیسی بیماری کا سامنا کرنا پڑا۔ پچھلے ادوار کی حکومتیں اگر اس پر توجہ دیتیں تو آج شاید ہم اس مرض سے بچ سکتے تھے لیکن ہماری پنجاب حکومت نے اس پر بھی توجہ دی اور جن شہروں میں از سر نو اس کا جال بچھایا جانا ضروری تھا اس کے لئے 5۔ارب روپے کا بجٹ مختص کیا ہے جس کے لئے عوام ان کی مشکور رہے۔

جناب سپیکر! اگر ہم اپنے اس بجٹ کو ٹیکس فری بجٹ کہیں تو یہ ہمارے لئے بڑے اعزاز کی بات ہے۔ پنجاب کے عوام وزیر خزانہ اور وزیر اعلیٰ پنجاب کے مشکور ہیں کہ انہوں نے عوام کے اوپر کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا اور ایک ٹیکس فری بجٹ پیش کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ملازمین اور پنشنر حضرات کی مراعات میں اضافہ کر کے انہوں نے پنجاب کے عوام کے دل جیت لئے ہیں۔

جناب سپیکر! اس ایوان میں بیٹھے ہوئے تمام ممبرز بھی جانتے ہیں اور ہم بھی جانتے ہیں کہ کسی بھی ملک کی ترقی کے لئے سڑکیں اور صنعتیں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں اور ہماری حکومت نے پچھلی حکومتوں کی غلطیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے عوام کو روشن مستقبل دینے کی کوشش کی ہے اور حکومت کی یہ خواہش ہے کہ وہ عوام کو ایک روشن مستقبل دے۔ یہی وجہ ہے کہ آج پنجاب حکومت کی کوششوں کی وجہ سے پنجاب میں غربت کی لائن میں 11 فیصد کمی ہوئی ہے۔ ہماری حکومت نے نہ صرف پنجاب میں سڑکوں کا جال بچھایا بلکہ صنعتی میدان میں بھی بے شمار اقدامات کئے۔ انڈسٹریل سٹیٹس قائم کیں اور اب جیسا کہ میری بہن نے بھی اپنی debate میں کہا کہ موٹروے گوجرانوالہ سے سیالکوٹ، گجرات اور پھر لاہور بنائی جا رہی ہے یہ جو triangle بنایا جا رہا ہے اس کے اوپر جرمنی کی مدد سے صنعتوں کا جال بچھانا اور پھر ریسرچ اور ٹیچنگ انسٹیٹیوٹس قائم کئے جا رہے ہیں اس سے ہماری صنعتوں کو بہت زیادہ ترقی اور فروغ ملے گا اور ملک کے اندر جب صنعتی ترقی ہو گی تو انشاء اللہ ہمارا ملک بھی ترقی کرے گا۔ اس کے لئے میں وزیر صنعت کو مبارکباد دیتی ہوں جن کی دن رات کی کوششوں کی وجہ سے ہماری صنعتی ترقی پستہ حالی سے باہر نکلی ہے۔ اس لحاظ سے اگر ہم اس کو صنعتی ترقی کا بجٹ کہیں تو یہ بجا ہو گا لیکن صنعتوں کی ترقی کے ساتھ ساتھ

میں آپ کے توسط سے یہ تجویز وزیر خزانہ کو ضرور دینا چاہوں گی کہ ہمارا T.E.V.T.A جس کا مطلب ٹیکنیکل ایجوکیشن اینڈ ووکیشنل ٹریننگ اتھارٹی ہے اس کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ جہاں پر صنعتی ترقی ضروری ہے وہاں پر ٹیکنیکل ایجوکیشن کو بھی ترقی دینا ضروری ہے۔ میری درخواست ہے کہ جس طرح دوسری تعلیم پر بھی ہم توجہ دے رہے ہیں اور ان کو وافر مقدار میں بجٹ دے رہے ہیں اسی طرح سے اگر ٹیکنیکل ایجوکیشن اور ووکیشنل ایجوکیشن کو بھی ہم بجٹ دیں تو ملک میں جو ہنر مند کاریگر اور ڈپلومہ انجینئرز ہیں ان سے صنعتوں کی کمی کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ میں نے خود کئی شہروں کے دورے کئے اور میں صنعتکاروں سے ملی بھی ہوں تو انہوں نے کہا کہ ہمیں پڑھے لکھے ہنر مندوں کی سخت ضرورت ہے، ہمیں ڈپلومہ ایسوسی ایٹس انجینئرز کی ضرورت ہے، ہمیں ہنر مند افراد کی ضرورت ہے اور لاکھوں کی تعداد میں ہماری صنعتیں ان لوگوں کی منتظر ہیں کہ وہ ان کی صنعتوں میں آئیں اور کام کریں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بچوں کو خود ٹرینڈ کرنا پڑتا ہے اور اس کے لئے ہمیں بڑا وقت درکار ہوتا ہے۔ اگر پنجاب حکومت ٹیکنیکل ایجوکیشن کے لئے فنڈز مہیا کرے، ان کو سپیشل ووکیشنل فنڈز دیئے جائیں اور ہنر مند افراد کو تیار کیا جائے تو صنعتوں میں اس کمی کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے میری پنجاب حکومت اور وزیر خزانہ سے درخواست ہے کہ وہ ضمنی بجٹ میں ٹیکنیکل ایجوکیشن کے لئے بجٹ کا ضرور اعلان کریں تاکہ ملک میں بڑھتی ہوئی صنعتوں میں ہنر مند افراد کی کمی کو پورا کیا جا سکے اور لوگوں کو باعزت روزگار فراہم کیا جا سکے۔ اس سے ہم غربت کی لائن میں 50 فیصد تک کمی ضرور لا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! ابھی امن و امان کا ذکر ہو رہا تھا اور کہا گیا کہ پنجاب میں امن و امان کی صورتحال بڑی خراب ہے۔ جب میں ایم پی اے بنی تھی تو سب سے پہلے میرے گھر میں ڈکیتی ہوئی تھی اور اس وقت ڈکیتیوں کی یہ صورتحال تھی کہ تقریباً ہر دوسرے دن ڈکیتی ہوتی تھی اس وقت پنجاب حکومت کو برسر اقتدار آئے ہوئے ایک دو ماہ ہوئے تھے لیکن پنجاب حکومت نے مسلسل امن و امان اور پولیس کے لئے جو اقدامات کئے ہیں۔ آج میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ پنجاب میں 80 فیصد امن کی صورتحال بہتر ہوئی ہے۔ ڈکیتیوں میں کمی ہوئی ہے اگر کہیں پر کوئی چھوٹا موٹا واقعہ ہو جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ پنجاب میں امن و امان کی صورتحال خراب ہے۔ مسائل کبھی بھی سو فیصد حل نہیں ہوتے ان کو مسلسل محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح پنجاب حکومت پولیس کے لئے اقدامات کر رہی ہے مجھے یقین ہے کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا

کہ امن امان کی صورتحال سو فیصد بہتر ہو جائے گی۔ ہمارے اپوزیشن کے دوست بھی یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ پٹرولنگ پوسٹوں کے قیام سے کافی حد تک امن و امان بحال ہوا ہے۔ اس کے علاوہ پراسیکیوشن سروس کا قیام، جیل خانہ جات کے شعبہ جات میں جو نمایاں اقدامات کئے گئے ہیں اس سے صوبے کے لوگوں میں تحفظ کا احساس ملا ہے اور ان کو چین کی نیند نصیب ہوئی ہے۔ اس کے لئے میں وزیر اعلیٰ اور وزیر قانون کی مشکور ہوں کہ انہوں نے اپنی دن رات کوششوں کی وجہ سے صوبہ کے عوام کو تحفظ اور سکون کی نیند میسر کی ہے۔

جناب سپیکر! گو کہ ہمارا بجٹ ٹیکس فری بجٹ، غریب عوام دوست بجٹ ہے اور یہ ایسا بجٹ ہے کہ اگر ہم اس کے فوائد لوگوں تک پہنچانا شروع کریں تو شاید اس کے لئے مجھے ایک دن اور ایک رات درکار ہوں گے لیکن میں چند اہم چیزوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنی تقریر کو ختم کروں گی۔ میں نے ریڈیو اور ٹی وی پر کافی پروگرام کئے ہیں وہاں پر اپوزیشن والوں نے میرے ساتھ بیٹھے ہوئے یہ تسلیم کیا ہے کہ پنجاب حکومت کا یہ بجٹ بہت مثبت بجٹ ہے اور پنجاب میں پہلی دفعہ ایسا بجٹ پیش ہوا ہے اور ہم اس بجٹ کو تسلیم کرتے ہیں لیکن چونکہ ہم اپوزیشن میں ہیں اس لئے تھوڑی بہت تنقید کرنا ہمارا فرض ہے۔ یہ بجٹ تمام لوگوں کا بجٹ ہے، غریب عوام دوست بجٹ ہے، تعلیم، صحت، صنعت، امن و امان کا بجٹ ہے، ملازمین کی ترقی و بحالی کا بجٹ ہے اور ملکی استحکام و ترقی کا بجٹ ہے۔ پاکستان زندہ باد

جناب سپیکر: شکریہ

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! محترمہ نے یہاں پر کہا ہے کہ جب یہ ممبر بنی تھیں تو سب سے پہلے ان کے گھر میں ڈکیتی ہوئی تھی۔ راجا صاحب کو تو پولیس نے نئی گاڑی دے دی تھی۔ محترمہ صرف یہ بتادیں کہ کیا ان کی جو ڈکیتی ہوئی تھی اس کا مال برآمد ہو گیا تھا تاکہ ہم ان کو مبارکباد دے سکیں کہ ان کے ڈکیتی کے ملزم مل گئے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹیوٹا: جناب سپیکر! جب میرے ہاں ڈکیتی ہوئی تھی تو پولیس پہلے کے بگڑے ہوئے نظام کے تحت چل رہی تھی اسی کی وجہ سے میرے گھر میں ڈکیتی ہوئی تھی لیکن

پنجاب حکومت نے جب پولیس پر توجہ دی اور پولیس کے اعمال کو صحیح کیا۔ میں ان کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ میری ڈکیتی کی برآمدگی ہو گئی تھی۔

**جناب سپیکر:** شکریہ۔ فیصل حیات جبوانہ!۔۔۔ وہ تشریف نہیں رکھتے۔ محترمہ نگہت سلیم صاحبہ!

**سید احسان اللہ وقاص:** پوائنٹ آف آرڈر۔

**جناب سپیکر:** جی، فرمائیں!

**سید احسان اللہ وقاص:** جناب سپیکر! میں ٹریژری بنچز سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آج ان کی طرف سے صرف خواتین ممبروں نے ہی تقریر کرنی ہے کوئی مرد تقریر کرنے کے لئے تیار نہیں ہے؟

**جناب سپیکر:** محترمہ نگہت سلیم صاحبہ!

**محترمہ نگہت سلیم:** جناب سپیکر! شکریہ۔ آپ نے مجھے بجٹ 07-2006 پر بات کرنے کا موقع دیا۔ مسلم لیگی حکومت مبارکباد کی مستحق ہے کہ 25 سال میں یہ پہلی حکومت ہے کہ جس نے اپنا چوتھا ٹیکس فری بجٹ پیش کیا جو کہ عوامی امنگوں آرزوؤں اور توقعات کا بجٹ نظر آتا ہے۔

جناب والا! صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کی قیادت میں نہ صرف ملک کو استحکام نصیب ہوا ہے بلکہ پاکستان معاشی ترقی کی طرف گامزن ہوا ہے۔ وزیر اعظم شوکت عزیز کی محنت کے باعث ملک میں ترقی کی نئی فضا قائم ہوئی ہے۔

**محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری:** پوائنٹ آف آرڈر۔

**جناب سپیکر:** جی، فرمائیں!

**محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری:** جناب سپیکر! میں صرف آپ کی رولنگ چاہوں گی کہ کیا ہاؤس میں لکھی ہوئی تقریر پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں؟

**جناب سپیکر:** وہ نوٹس دیکھ رہی ہیں لکھی ہوئی تقریر نہیں پڑھ رہیں۔ نوٹس تو سب دیکھتے ہیں۔ جی محترمہ نگہت سلیم صاحبہ!

**محترمہ نگہت سلیم:** جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی اور ان کی کابینہ مبارکباد کی مستحق ہے کہ جنہوں نے ٹیکس فری بجٹ پیش کیا اور اپنے وسائل کے اندر رہتے ہوئے عوام دوست اور کسان دوست بجٹ پیش کیا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کی کارکردگی کو نہ صرف پاکستان کے معاشی ماہرین سراہتے ہیں بلکہ عالمی ادارے بھی تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ

غیر ملکی نشریاتی ادارے سی این این نے اپنی رپورٹ میں پنجاب کو ایک ترقیاتی ماڈل کے طور پر پیش کیا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الٰہی دستیاب وسائل کے اندر رہتے ہوئے خواب دیکھنے کا حوصلہ کر لیتے ہیں اور ان کی تعبیر بھی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جناب سپیکر! 2000-1999 میں جب بجٹ پیش کیا گیا تھا تو اس کا ریونیو حجم 93۔ارب روپے تھا جو کہ تمام کا تمام تنخواہوں اور جاری اخراجات پر خرچ کیا گیا۔ بجٹ میں ترقیاتی اخراجات کے لئے ایک روپیہ بھی نہیں بچا تھا چند ضروری منصوبوں کے لئے 13۔ارب روپے مہیا کئے گئے لیکن یہ اندرونی اور بیرونی قرضوں کی صورت میں تھے اس وقت سالانہ فی کس 169 روپے ترقیاتی کاموں پر خرچ ہوئے۔ اب ریونیو بجٹ 274۔ارب روپے رکھا گیا جس میں سے ایک 100۔ارب روپے ترقیاتی اخراجات پر خرچ کئے جائیں گے اس حساب سے آئندہ مالی سال میں فی کس سالانہ ترقیاتی اخراجات -/1152 روپے ہو جائیں گے جو کہ سابق وزرائے اعلیٰ کے ادوار کے مقابلہ میں 582 فیصد زیادہ ہیں۔

جناب سپیکر! بجٹ میں سب سے اہم شعبہ تعلیم پر بہت زیادہ توجہ دی گئی۔ وزیر اعلیٰ کی ویژن 2020 میں پنجاب میں سو فیصد خواندگی کا حدف رکھا گیا ہے۔ 63ہزار سرکاری سکولوں میں 25ہزار سکیمیں مکمل کی گئیں جن پر 9۔ارب روپے خرچ کئے گئے، مفت کتابیں، ماہانہ وظائف، کمپیوٹر ٹیچر ٹریننگ، سائنس کی لیبارٹریاں بھی قائم کی گئیں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر تعلیم کی وابستگی کی وجہ سے 44 فیصد enrollment میں اضافہ ہوا۔

جناب سپیکر! بجٹ میں دوسری اہم ترجیح صحت کو دی گئی۔ اس میں ہر یونین کونسل کی سطح پر ایک ہیلتھ یونٹ قائم کیا جائے گا۔ جس میں ابتدائی علاج معالجے کی سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔ ملتان اور فیصل آباد میں کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹس قائم کئے گئے اور اس کے علاوہ دیہی علاقوں میں کام کرنے والے ڈاکٹرز کو زیادہ مراعات دی گئیں۔ ان کی تنخواہ 25ہزار روپے مقرر کی گئی اور اس کے علاوہ جب وہ پبلک سروس کمشن کا امتحان دیتے ہیں تو ان کو 25 نمبر دیئے جاتے ہیں جو کہ ان کے لئے بہتر اور معاون ثابت ہوتے ہیں۔

جناب والا! فیصل آباد میں پینے کے ناقص پانی کی وجہ سے صوبے میں جو وباء پھیلی اس سے عوام کو پتا چلا کہ ہمارے شہروں میں پینے کے پانی کا نظام فرسودہ ہو چکا ہے اور جب تک اس کو

بہتر نہیں بنایا جائے گا پیٹ کی بیماریوں پر قابو نہیں پایا جا سکتا۔ حالیہ بجٹ میں اس کے لئے تین سالہ منصوبہ بنایا گیا ہے اور اس کے تحت پورے پنجاب میں صاف پانی فراہم کیا جائے گا اور اس منصوبہ کے لئے 45۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں۔ سی این جی رکشاؤں کے بارے میں جو سکیم لاہور میں شروع کی گئی فیصل آباد، سیالکوٹ، گوجرانوالہ اور راولپنڈی میں بھی اس کا اجراء کیا جائے گا اور 30ہزار روپے مالکانہ حقوق پر اور بنک کے قرضے فراہم کئے جائیں گے۔

جناب سپیکر! گزشتہ دو سالوں کے دوران 35لاکھ نئی اسامیاں پیدا کی گئیں جس میں 60فیصد ایگریکلچر میں 20فیصد سرکاری محکموں میں، 14فیصد صنعت میں 6فیصد تعمیرات سے منسلک ہوں گی۔ 2001 سے 2005 کے عرصہ میں 11فیصد غربت میں کمی آئی ہے 70لاکھ افراد خط غربت سے اوپر آ گئے ہیں۔ لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کو کافی سنجیدگی سے لیا گیا۔ اس ضمن میں تھانہ کلچر، مویشی چوری اور پولیس کی اجارہ داری پر غور کیا گیا۔ ٹریفک کا مسئلہ حل کرنے کے لئے پانچ بڑے شہروں میں پٹرولنگ پوسٹیں قائم کی گئیں۔ جیل خانہ جات میں بچوں اور خواتین کو میڈیکل سہولیات فراہم کی گئیں۔

جناب سپیکر! 07-2006 میں مقامی حکومتوں کو 112۔ارب روپے فراہم کئے گئے اس سے گراس روٹ لیول تک لوگوں کے مسائل حل ہوں گے اور ملک ترقی کی طرف گامزن ہو گا۔ مہنگائی کے پیش نظر موجودہ بجٹ میں کوئی نیا ٹیکس عائد نہیں کیا گیا اور نہ ہی ٹیکس میں کوئی ردوبدل کیا گیا۔ حکومت پنجاب کی طرف سے پیش کئے جانے والے بجٹ کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ صوبائی حکومت نے وزیر اعلیٰ کی قیادت میں عوامی بہبود سے متعلق ہر شعبے کو فعال اور متحرک بنانے کی کوشش میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔

جناب سپیکر! مجموعی طور پر وسائل اور ذرائع آمدنی علاوہ ازیں ریونیو میں اس قدر ہی متوازن بجٹ ترتیب دیا جا سکتا ہے تاہم نیت کا نیک ہونا بہت سے منصوبوں کو لے کر چلتا ہے۔ حکمرانوں سے اچھی توقعات بہت احسن ہے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ "تم جیسے ہو گے تم پر ویسے ہی حکمران مسلط کر دیئے جائیں گے۔" لہذا اچھی امید کے لئے ہر شعبہ ہائے زندگی کے فرد کو پوری دیانتداری سے اپنا فرض پورا کرنا ہو گا۔ خوشحالی دو ہاتھوں کی تالی ہے۔ اگر ترقی ہو رہی ہے، قیمتیں نیچے آ رہی ہیں تو تسلیم کرنا چاہئے محض تنقید نہیں کرنی چاہئے۔ تعمیری سوچ نئے در کھول دیتی ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ بات دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کے دور میں موجودہ صوبائی حکومت کے دور میں جتنی ریکارڈ ڈویلپمنٹ ہوئی ہے اور پنجاب اسمبلی میں قانون سازی ہوئی ہے کسی بھی دور میں اتنی ریکارڈ توڑ قانون سازی اور ڈویلپمنٹ نہیں ہوئی۔

جناب والا! میں آخر میں پھر وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی اور ان کی کابینہ کو عوام دوست، کسان دوست، ٹیکس فری اور اپوزیشن دوست بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جناب سعود حسن ڈار صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔اب کسی معزز رکن کی طرف سے میرے پاس کوئی نام نہیں ہے جو بجٹ پر تقریر کرنا چاہتا ہو۔لہذا میری گزارش ہے کہ اس معزز ایوان میں اگر کوئی معزز رکن خواہ اس کا تعلق اپوزیشن سے ہے یا حکومت کی طرف سے ہے اگر وہ بجٹ پر بات کرنا چاہتا ہے تو وہ کر سکتا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس مرحلے پر جب آپ نے یہ بات دو تین مرتبہ دہرائی ہے اور اس بات سے یہ impression سامنے آ رہا ہے اور اس میں کوئی دوسری بات نہیں ہے کہ شاید اس معزز ہاؤس کے اراکین کی بجٹ میں دلچسپی مناسب حد تک نہیں ہے تو اسی مرحلے میں، میں آپ کی خدمت میں یہ گزارش کر دوں کہ اس ہاؤس میں اپوزیشن کی طرف سے متعدد بار اس بات کا مطالبہ کیا گیا کہ بجٹ میں ممبران کی دلچسپی اسی وقت ہو گی جب اس process میں آپ ان کو شامل کریں گے۔آپ اگر اس process کو بیوروکریٹ کے ذریعے مکمل کر کے ایک پورا بستہ بنا کر ان کے سامنے رکھ دیں گے جس کو پڑھنے اور go through کرنے کے لئے چار دن بھی کم ہیں تو اس کے کوئی اچھے نتائج نہیں نکلیں گے۔میں یہ بات on record کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے متعدد بار اس بات کی یاد دہانی کرانے کے، آپ کو بھی میں نے ایک letter لکھا تھا اور آپ نے یہ جواب دیا تھا کہ میں نہیں بلا سکتا۔حکومت نے جو 10 روز کا پری بجٹ سیشن بلانے اور سب سے تجاویز لینے کا جو وعدہ کیا تھا۔اس مرتبہ وہ اس کوشش میں ناکام رہی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ رانا صاحب! آج کا اجلاس اختتام پذیر ہوا۔اب اجلاس مورخہ 19۔جون

2006 بروز سوموار تین بجے سہ پہر تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔